تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۴ | ۲۵ اپریل ۱۹۸۷ء مطابق ۲۵ شعبان ۱۴۰۷ھ | شمارہ نمبر ۱۲

اداریہ

شمس الحق ندوی

دنیا ٹائم بم پر کھڑی ہے

اس وقت پوری دنیا میں قتل و خونریزی انتشار و خلفشار کا بازار گرم ہے، یہ انتشار ان بڑے ملکوں میں بھی پایا جاتا ہے جو علم ایجادات کے آخری نکتہ کو پہنچ رہے ہیں اور جہاں سامان آسائش و آرام۔ اور زندگی غیر معمولی سہولتوں کی کوئی کمی نہیں ہے اور ان ملکوں میں بھی پایا جارہا ہے جو ترقی کی طرف بڑھ رہے ہیں، اور وہاں بھی پایا جارہا ہے جو دنیا کی دو بڑی طاقتوں (روس و امریکہ) میں سے کسی کے زیر اثر ہیں یا یوں کہئے کہ یہی طاقتیں ان کی ولی نعمت ہیں، غرض یہ کہ ہر جگہ کسی نہ کسی نوعیت کا شور و شر بپا ہے۔ کہیں اس کا سبب رنگ و نسل بنا ہوا ہے۔ کہیں زبان و تہذیب بنا ہوا ہے، کہیں مذہب و عقیدہ بنا ہوا ہے۔ کہیں طبقاتی اونچ نیچ اس کا سبب ہے۔ کہیں سیاسی پارٹیوں کی باہمی رقابت و کشمکش اس کا سبب ہے۔

غرض یہ کہ پوری دنیائے انسانیت اس کی لپیٹ میں ہے اور یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جب علوم و فنون اور تہذیب و تمدن اپنے عروج پر ہیں، اقتصادی لحاظ سے دنیا کا ہر حصہ ماضی کے عہد کے معیار سے بہت ترقی کر چکا ہے وسائل و آسائش ہر جگہ بآسانی میسر ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کہا یہ جاتا ہے کہ جب علم بڑھے گا ناخواندگی دور ہوگی تو یہ فساد ختم ہو جائے گا اور دیکھا یہ جارہا ہے کہ اس فساد و بگاڑ کا بڑا سبب پڑھے لکھے لوگ ہی بن رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علوم و فنون میں تو انسان نے ترقی کی ہے لیکن ہماری موجودہ تعلیم و نظریات نے یہ ذہن بنایا ہے کہ خود کو فائدہ پہنچاؤ جس طرح بھی ممکن ہو یہی حق و انصاف ہے۔ یہی مقصود حیات ہے، ظاہر ہے کہ جب سوچنے کا یہ انداز پیدا ہو جائے تو ایک انسان دوسرے انسان سے ایک قوم دوسری قوم سے ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے، ملک دوسرے ملک سے کیونکر ہمدردی و محبت کا جذبہ رکھے گا اور جب ہمدردی و محبت کا جذبہ نہ رکھے گا تو وہی ہوگا جو ہو رہا ہے۔ جب یہ طے ہو جائے کہ خود کو نفع پہنچاؤ، جس طرح بھی ممکن ہو تو کیا اس نظریہ کے تحت بھائی اپنے بھائی کا حق نہیں مارے گا، اس کا گلا نہیں کاٹے گا، ایک ہی قوم اور دین و عقیدہ کے لوگ آپس میں نہیں لڑیں گے جب ایک ہی قوم و عقیدہ کے لوگ آپس میں لڑیں گے تو پھر دوسری قوم دوسرے دین و عقیدہ کے ماننے والوں کا ایک دوسرے سے لڑنا اور ایک دوسرے کا خون بہانا کتنا آسان ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے مختلف حصوں میں یہ جنگ جاری ہے۔ اور بڑے پیمانے پر انسانی خون بہایا جارہا ہے۔ یہی افریقہ امریکہ کے کالوں اور گوروں میں ہو رہا ہے، یہی سری لنکا اور فلسطین میں ہو رہا ہے، یہی ہمارے ملک ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ کہیں زبان و علاقائیت کی بنیاد پر جنگ جاری ہے، مندر و مسجد کا جھگڑا کھڑا ہے۔ کہیں الگ صوبہ کا مطالبہ آگ کے شعلے اگل رہا ہے۔ کہیں سیاسی پارٹیاں اپنا اقتدار قائم کرنے یا قائم رکھنے کے لئے خون خرابہ کرا رہی ہیں۔ اور ملک ہے کہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہے، اور آنے والا ہر دن اس کو موت سے قریب کرتا جارہا ہے اس کی کسی کو فکر نہیں۔ خود کو نفع پہنچاؤ کا نظریہ اسٹرائیکوں، جلسے جلوسوں، نت نئے مطالبوں کا بھی بازار گرم کر رہا ہے جس سے ملک کی ساری صلاحیت جو ملک کی تعمیر میں صرف ہوتی ان ہنگاموں سے نپٹنے میں صرف ہو رہی ہے۔ طبقاتی اور قومی بنیادوں پر الگ الگ تحریکوں اور ہنگاموں کا شور الگ بپا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی ملک و حکومت کو زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہنے دیتیں، تاریخ میں اور خصوصاً ہمارے ملک کی تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

اس وقت ہمارا ملک جس صورتحال سے دوچار ہے وہ بڑے خطرناک انجام کا پتہ دے رہی ہے، لہٰذا اس وقت کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ سربراہان مملکت جماعتوں کے قائد و لیڈر مل بیٹھ کر اس صورتحال پر سنجیدگی سے غور کریں اور ملک کی بگڑتی ہوئی حالت کو سنبھالنے میں مثبت کردار ادا کریں، دوسری طرف مختلف مذاہب و طبقات کے پیشوا خالص انسانی ہمدردی اور محبت کے ناتے محبت و بھائی چارگی کا پرچار کریں، انسان دوستی کا سبق پڑھائیں، موقع پرست اور مفاد پرست لوگوں سے ہوشیار کریں جو سیدھے سادھے عوام کو دین و مذہب کے نام پر لڑا کر خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور عوام کو قتل و غارتگری اور لوٹ مار کی بھٹی میں جھونک دیتے ہیں۔

نگران اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی

محمود الأزہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ:

منیجر "تعمیر حیات"

پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زر تعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے

ششماہی : پچیس ۲۵ روپے

فی پرچہ : ایک روپیہ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، جملہ ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر

افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر

یورپ و امریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ

ڈرافٹ سیکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمائیے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

روزہ کے فوائد و مقاصد

اور رمضان المبارک کی عظمت و فضیلت

ضیاء الدین اعظمی ندوی

شریعت اسلامیہ مطہرہ میں روزہ اپنی اہمیت و افادیت اور انوار و برکات کے باعث خاص مرتبہ رکھتا ہے۔ اسلام کا کوئی بھی رکن حکمت و مصلحت سے خالی نہیں اور روزہ تو ایک مہتم بالشان رکن ہے، اس کی خصوصیات و فوائد آیات قرآنی اور حدیث نبوی سے ثابت ہیں، لہٰذا اس کی عظمت شان اور قدر و منزلت کا پوچھنا ہی کیا، خود خالق کائنات احکم الحاکمین روزہ کی فرضیت کا اعلان فرماتے ہوئے روزہ کی اہمیت و افادیت کا اظہار بندوں پر کر رہے ہیں۔ ارشاد ہے:

یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

اے مومنو! تم پر روزہ ایسے ہی فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے گزشتہ لوگوں پر فرض قرار دیا گیا تھا، شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے ہدی للناس فرمایا ہے اور اس کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔

یہ قرآن تو سب سے درست راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے قرآن کی ہر ہر آیت رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور معانی و حکم اور نکات و رموز کا منبع ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں بھی تین اہم نکتے سمجھ میں آتے ہیں۔ (۱) روزہ کی فرضیت کا اعلان (۲) روزہ کی اہمیت و عظمت کا بیان (۳) روزہ کے فرض کرنے کی غرض و غایت اور اس کی افادیت کا ذکر۔

روزہ کا رکن اسلام ہونا اور مسلمانوں پر اس کا فرض قرار دینا، کتب علیکم الصیام سے واضح ہوتا ہے اور علی الذین من قبلکم سے یہ بتانا مقصود ہے کہ روزہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اس کی عظمت و عزت ہمارے نزدیک اس درجہ زیادہ ہے کہ ہم نے گزشتہ تمام امتوں پر اس کو واجب کیا تھا، لعلکم تتقون فرما کر اس حقیقت کا انکشاف مقصود ہے کہ اے ایمان والو! یہ ہم نے تمہارے اوپر روزہ رکھنا یونہی بلا مقصد فرض نہیں کیا ہے بلکہ اس کی فرضیت اس لئے ہے تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ تمہارے اندر ہمارا خوف اور ہماری خشیت پیدا ہو جائے اور ہماری عظمت و جلالت تمہارے رگ و پے میں سرایت کر جائے اسلئے کہ جب تک تمہارے اندر تقویٰ و طہارت اور خشیت الٰہی پیدا نہ ہوگی تب تک عبادت کا حق تم سے ادا نہ ہوگا اور تقویٰ کے بغیر تمہارے ایمان میں کمال اور طاعت میں جمال ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا اور بندہ کے دل میں تقویٰ پیدا کرنا ہی روزہ کی امتیازی شان ہے جو دیگر تمام صفتوں و خوبیوں سے زیادہ اہم و مفید ہے کیونکہ انسان کی شرافت و عظمت اور عند اللہ مقبولیت کا انحصار صرف تقویٰ ہی پر ہے۔ جنس و نسل اور رنگ و زبان پہچان کا ذریعہ تو ہیں فضیلت کا معیار نہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

یاایہا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

اور حدیث صحیح ہے۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقویٰ۔

تقویٰ کیا ہے

چونکہ روزہ کی غرض و غایت بندگان خدا کے اندر کمال و تقویٰ پیدا کرنا ہے اس لئے زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کی حقیقت سمجھ لی جائے تاکہ اس کی افادیت و مقبولیت کا صحیح مقام معلوم ہو سکے اور قرآن پاک نے تقویٰ اختیار کرنے کا بار بار جو حکم دیا ہے اس کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ بھی ہو جائے۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی لعلکم تتقون کی تفسیر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں ای کی تحذرون المعاصی، یعنی یہ روزہ اس لئے ہے کہ تم معاصی و گناہوں سے اجتناب کرو۔ تقویٰ اصل میں وقی یقی وقایۃ سے ہے اور تفعل کے باب میں جا کر تقویٰ بن گیا ہے، اس سلسلہ میں علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں۔

والوقایۃ لغۃ الصیانۃ مطلقا، وشرعا صیانۃ المرء نفسہ عما یضرہ فی الآخرۃ۔

یعنی وقایہ لغت کی رو سے مطلق بچنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں آدمی کو اپنے نفس کو ہر اس فعل سے روکنا جو آخرت میں اس کے لئے باعث مضرت ہو۔ نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ فقیل:

التقویٰ ان لا یراک اللہ حیث نہاک ولا یفقدک حیث امرک۔ (روح المعانی ج ۱)

کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کسی بھی ایسی جگہ نہ دیکھیں جس جگہ سے تم کو روکا ہے اور کسی بھی ایسی جگہ سے تم غائب نہ ہو جس کا انہوں نے حکم دیا ہے۔

ان منقولہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام رذائل و کبائر سے بچنا ہی تقویٰ ہے اور جب روزہ گناہوں سے بچانے کا سبب ہے تو یقیناً خدا کی معرفت کے حصول کا موجب ہوگا اور خدا کی معرفت کا دل میں جاگزیں ہو جانا ہی ایمان کامل ہے

الصیام جنۃ فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ او قاتلہ احد فلیقل انی صائم۔

روزہ ڈھال ہے تو جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو اس کو چاہئے کہ نہ فحش گوئی کرے اور نہ ہی ہنگامہ و شور برپا کرے، اگر کوئی اس کو برا بھلا کہے یا کوئی اس سے لڑائی کرے تو یہ کہدے کہ بھائی میں تو روزے سے ہوں یعنی میں روزہ کی حالت میں بدگوئی نہیں کروں گا۔ بخاری کی ایک روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ"۔

جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کیا تو اللہ کو بھی اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے سے کوئی غرض نہیں ہے، معلوم ہوا کہ صرف کھانا پینا اور جماع کا ترک کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ ہر چھوٹی بڑی برائی سے باز رہنے کا نام روزہ ہے، ورنہ روزہ کی حقیقت ایک نمائش بن کر رہ جائیگی اور اس کے فوائد و برکات کا حصول ناممکن بن کر رہ جائے گا، جیسا کہ آج کل روزہ ایک تفریح اور ورزش بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مراتب اور اخروی فوائد کے حصول کے بجائے صحت و تندرستی کا ایک ڈاکٹری نسخہ سمجھ لیا گیا ہے جس سے بدن و شکم کی اصلاح اور معدہ کی صفائی ہو جاتی ہے قبض دور ہو جاتا ہے، بھوک کھل جاتی ہے، آنتیں صاف ہو جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ کہاں کا ایمان اور کہاں کا تقویٰ؟ حالانکہ روزہ کی شان تو یہ بتلائی گئی ہے کہ:

من صام رمضان ایمانا احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری)

جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کے یقین کے ساتھ رکھا تو اس کے گذشتہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوگی، روزہ احتساب نفس، تزکیہ باطن اور اصلاح قلب کا بہترین وسیلہ ہے اپنے احوال کو سدھارنے اور اعمال کو درست کرنے کا مجرب نسخہ ہے۔

قرآن پاک میں بھی احتساب نفس و عمل کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ فرمان خداوندی ہے،

یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جان کو (شخص) چاہئے کہ نگاہ میں رکھے اس چیز کو جو اس نے قیامت کے لئے بھیج رکھا ہے، اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے کتنی جامع ترتیب اور کتنا مؤثر اسلوب ہے کہ صرف تقویٰ ہی تم کو تمہارے اعمال کا محاسبہ کرنے اور اس کو درست کرنے پر تیار کر سکتا ہے، جس طرح نفع و نقصان کی فکر ایک تاجر کو اپنے کاروبار کی دیکھ ریکھ پر مجبور کرتی ہے ورنہ کون احمق ہے کہ بلاوجہ حساب و کتاب کا دفتر کھولے بیٹھا رہے اور اپنا وقت برباد کرے۔

رمضان المبارک کی فضیلت

روزہ درحقیقت صوم کا اردو ترجمہ ہے اور صوم کے معنی ہے رکنا، چونکہ شریعت انسان کو کھانے پینے وغیرہ سے ایک محدود و متعین وقت تک کے لئے روک دیتی ہے اس لئے اس کو صوم سے تعبیر کیا گیا۔ صوم یعنی روزہ کی فرضیت ۲ھ میں ہوئی۔ اور رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ماہ صوم قرار پایا، رمضان اور صوم میں چونکہ ایک بنیادی مناسبت ہے لہٰذا روزہ کے لئے اس مہینہ سے بہتر دوسرا مہینہ ہو ہی نہیں سکتا تھا وہ یہ کہ رمضان۔ رمض یرمض سے مشتق ہے جس کے معنی سخت گرمی یا گرم ریت ہے کہ شدت حرارت سے پاؤں جھلس جائیں چونکہ سخت گرمی یا گرم ریت اشیاء کو جھلسا دیتی ہے بالکل اسی طرح روزہ بھی گناہوں اور شہوانی قوت کو جھلسا کر ختم کر دیتا ہے، نفسانی خواہشات کے لئے تو روزہ زہر قاتل کا اثر رکھتا ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا معاشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ وجاء (متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو قدرت رکھتا ہو اس کو شادی کر لینا چاہئے کیونکہ وہ نگاہوں کو جھکانے کا ذریعہ ہے اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے یعنی بدنظری و بے شرمی سے روکنے کا باعث ہے اور جس کو قدرت نہیں تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔

ماہ رمضان کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مہینہ قرار دیا ہے مستدرک حاکم کی ایک روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان شہری ورمضان شہر اللہ

بقیہ ص ۱۴ پر

ملک کے اندر ان قدروں کو زندہ کرنے کے لئے جو باہم میل جوت پیدا کرتی ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و ہمدرد کا جذبہ ابھارتی ہیں ہم کی طرح سے کام کیا جائے اگر یہ نہیں کیا جاتا تو ہماری خیر ہے اور نہ ملک کی، اس وقت ہمارے ملک میں ہر سطح پر افراتفری کا جو عالم ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آزادی کے بعد سے جو سہلی ذہن بنا یا گیا ہے اور لوگوں کو زور و زبردستی سے اپنی حق و ناحق بات منوانے کی عادت ڈالی گئی، ہم اگر اپنے ملک اور اہل ملک کا بھلا چاہتے ہیں تو ہمیں اس ذہنیت کو بدلنا ہوگا عوام کو مشتعل کر کے خون خرابہ کی فضا پیدا کرنا خواہ کسی کی طرف سے ہو ملک کو آگ میں جھونکنے کے مترادف ہے، ہمیں اپنے علم و زر قی کے نتیجہ میں جو مفید اور راحت بخش چیزیں حاصل ہوئی ہیں اور جن سے زندگی نمونہ جنت بن سکتی ہے ان سے فائدہ اس لئے نہیں ہو رہا ہے کہ ہم نے اس علم کو جو سائنسی علوم کا محاسب و نگراں ہے جوان سارے علوم و ایجادات کو صحیح سمت میں لیجا کر انسانوں کے لئے راحت بخش بناتا ہے اس کو بھلا دیا ہے اور وہ علم ہے علم نبوت۔

آج کل ہمارے ملک میں یکساں سول کوڈ کا مسئلہ چلا ہوا ہے کہ اگر یہ قانون بن جائے تو ڈائی جھگڑے کا مسئلہ ہو جائے گا یہ کیسی بچکانہ بات ہے اگر اس میں ذرہ برابر بھی کوئی حقیقت ہوتی تو ایک مذہب کے ماننے والے اور ایک ہی باپ کی اولاد، دو بھائیوں میں لڑائی جھگڑا اقتدار بازی حتی کہ قتل تک کی نوبت کیوں آتی۔ مسئلہ کا حل حقیقتاً یہی ہے کہ انسانوں میں انسانیت پیدا کی جائے ایک دوسرے کا خیال کرنے، محبت کا برتاؤ کرنے، ہمدردی و مدد کرنے کا شوق و جذبہ پیدا کیا جائے ایسی فضا بنائی جائے کہ انسان کو دوسرے کی مدد کرتے شرم آئے۔ خوشی ہو کہ ہم نے خدا کے ایک بندہ کی مدد کی ہے اس کے دکھ میں کام آئے ہیں۔

* جب تک یہ بات نہیں پیدا ہوگی اس وقت تک دنیا کا کوئی قانون امن و امان نہیں پیدا کر سکتا، اور نہ دنیا کو تباہی سے بچا سکتا ہے، لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانا کہ جس زبردست ذات نے اس کائنات کو بنایا ہے وہ دانا و بینا ہے کھلے چھپے کو جانتا ہے ظالم و مظلوم کی خبر رکھتا ہے اس کو کسی جاسوسی نظام کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں، جب ذہنوں میں یہ تصور و خیال پیدا ہو جاتا ہے تو شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں، امن و امان کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

ہماری پچھلی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جب یہ تصور و خیال انسانوں کے دلوں میں اتر جاتا ہے اور ضمیر جاگ جاتا ہے تو کسی کا حق مارنا، دل دکھانا تو الگ رہا ایک معمولی سپاہی کو لاکھوں کی ملکیت کا تاج پہنا تو وہ رات کے اندھیرے میں چھپا کر اپنے قاتل کو پیش کر دیتا ہے کہ اس میں سب کا حق ہے، جب انسانی ضمیر جاگ اٹھتا ہے تو حکومت اور سرکاری ملکیت کو نقصان پہنچانا تو الگ رہا اس سے کسی طرح سے فائدہ پہنچ جائے تو یہ خیال دل میں کچوکے لگاتا اور بے چین کرتا ہے کہ میں نے حکومت سے فائدہ اٹھایا ہے اس کا ٹیکس بالفعل حکومت کو دینی چاہئے یا نہیں، البشر حاتی ایک بڑے بزرگ، خدا شناس اور انسانیت دوست شخص گذرے ہیں، ان کی بہن سوت کات کر اپنا خرچ چلاتی تھیں، گھر میں چراغ روشنی نہ ہونے کے سبب اس وقت جب کہ فوج گذرتی تھی اس کی مشعلوں کے اجالے سے فائدہ اٹھا کر سوت کات لیتی تھیں اس طرح حکومت کی شمع سے فائدہ اٹھانے میں بھی ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے اس کا ٹیکس ادا کرنا چاہئے، چنانچہ وقت کے بڑے عالم و فقیہ امام احمد بن حنبل رح کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا کہ کیا صورت مذکورہ میں حکومت کو کچھ ادا کروں،

جب ضمیر بیدار ہوتا ہے تو سوچنے کا یہ انداز ہو جاتا ہے، آج دنیا میں سب کچھ ہے مگر ضمیر مردہ ہو گیا ہے، اس مردہ ضمیر کو زندہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جا رہی ہے۔ جس کے نتیجہ میں مشرق سے مغرب تک فساد مچا ہوا ہے اور اس کا علاج اس فساد و بگاڑ کے ملبہ میں دفنوں ہوتا جا رہا ہے، اس علم کی طرف نہیں توجہ کی جاتی جو سارے علوم و فنون، ترقیات، وسائل و ذرائع کا نگراں و محاسب ہے جب اس علم کی طرف توجہ نہ کی جائے گی، اس کی روشنی میں انسانی عقل و ذہن کو تربیت نہ دی جائے گی تو یہی ہوتا رہے گا اس لئے ہم عرض کرنا چاہیں گے کہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور راہ نجات یہ ہے کہ انسانی ذہنوں کی تربیت کی جائے، ضمیر کو جگایا اور بیدار کیا جائے ورنہ ہم بہت مختصر الفاظ میں یہ کہیں گے کہ پوری دنیا اس وقت نائم بم پر کھڑی ہے۔

اس بم سے دھنواں نکلنا شروع ہو گیا ہے کسی وقت بھی پھٹ کر پوری دنیا کو تباہ کر سکتا ہے بہتر ہے کہ ہم تباہی سے بچنے کے لئے اس دھنواں پھینکنے ہوئے بم کو ناکارہ بنا دیں اس پر پانی ڈال دیں۔

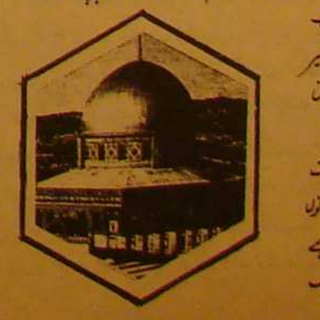

علامہ احسان الٰہی ظہیر کی شہادت

جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کے صف اول کے ممتاز عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے ملٹری ہسپتال میں ۲۰ مارچ کو انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور ان کی تدفین مذکورہ تاریخ میں جنت البقیع میں ہوئی۔

مرحوم ۲۲ مارچ کو قلعہ لچھمن سنگھ لاہور میں جمعیۃ اہلحدیث کانفرنس میں بم کے دھماکے میں شدید زخمی ہو گئے تھے جس کے بعد وہ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی خصوصی دعوت پر ایک خصوصی طیارے کے ذریعہ علاج کے لئے انہیں ریاض لے جایا گیا۔ ملٹری ہسپتال کے ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد ٹانگ کاٹنے کا فیصلہ کیا کیونکہ بم کے ٹکڑوں کا زہر ان کے پورے جسم میں پھیل رہا تھا اور اس پر ۲۹ مارچ کو عمل بھی کیا گیا۔ مگر زہر پورے جسم کو متاثر کر چکا تھا اس کی وجہ سے وہ ۳۰ مارچ کی صبح ۴ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال ۹ ماہ تھی اور آپ کے پسماندگان میں والدہ، والدہ، ۲ صاحبزادے ۵ صاحبزادیاں اور اہلیہ کے علاوہ دادی بھی ہیں۔

احسان الٰہی ظہیر صاحب سیالکوٹ کے ایک کاروباری گھرانے کے چشم و چراغ تھے آپ کے والد ظہور الٰہی اسلام نے آپ کو حافظ قرآن بنانے کے بعد دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، اور گوجرانوالہ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں دینی علوم حاصل کیا اور مختلف ماہرین فن اساتذہ سے حدیث، معقولات پڑھیں اور ۱۹۶۱ میں لاہور یونیورسٹی سے بی اے آنرز پاس کیا اور اردو فارسی میں ایم۔ اے کی ڈگریاں لیں اور مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے، واپسی پر فلسفہ اور تاریخ میں ایم اے کیا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب بچپن ہی سے عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت سے متاثر تھے ان کی پہلی کتاب "القادیانیہ"، دراسۃ و تحلیل" عربی میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ "چٹان"، "بیسل دہنار"، "اقدام" اور بعض جرائد میں لکھتے رہے۔ وہ الاعتصام کے مدیر اعلیٰ بھی رہے انھوں نے مختلف موضوعات پر ۱۵ کتابیں لکھیں ان کی زیادہ تر تصنیفات عربی زبان میں ہیں۔ انھوں نے پاکستان میں تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نفاذ شریعت میں زبردست جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اور ان کے ساتھ اس دھماکہ میں آٹھوں شہداء کو جوار رحمت میں جگہ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قلم

ابوالاسرار اثری

قلم کی جو کاغذ پہ تحریر ہے
خیالات انسان کی تصویر ہے

سبق آدمی کو پڑھاتا ہے یہ
خبردار و دانا بناتا ہے یہ

ابھرتے ہیں جو نقش احساس پر
وہ لفظوں میں لاتا ہے قرطاس پر

جگر سے نہ نوک اس کے ٹلتے نہیں
مروف عبارت بدلتے نہیں!

نہ لاتا جو تحریر قرطاس پر
عیاں کیسے ہوتا ضمیر بشر!

جو مضمون کاتب سے لیتا ہے یہ
گواہی مدام اس کی دیتا ہے یہ

یہ انسان کا ترجماں بن گیا
جو گونگے تھے ان کی زباں بن گیا!

اگر یہ نہ ہو تو کتابت نہ ہو
کسی علم و فن کی اشاعت نہ ہو

اسی کی بدولت صحیفے ملے
ہمیں علم و حکمت یہ لکھے ملے!

یہ استاد ہے گرچہ بے جان ہے
قلم کا زمانہ پہ احسان ہے

مسلمانانِ آسام ایک نئے بحران میں (۲)

اخلاقی روحانی اور سماجی خدمات کا میدان خالی ہے مسلمان ہی اس خلا کو پر کر سکتے ہیں

پونہ کے عوام و خواص سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

نذر الحفیظ ندوی ازہری

(آخری قسط)

۲۲ فروری کو بعد نماز مغرب پونہ کالج کے ہال میں مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی آف انڈیا سے مولانا نے خطاب کیا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کے صدر ایس اے رحمان صاحب نے آغاز میں مولانا کے متعلق تعارفی کلمات کہے، اس کے بعد مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے مسلم وکلاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب وکالت اپنے پیشے میں ایسے مصروف ہو گئے ہیں کہ انھوں نے عوامی قیادت سے اپنے کو الگ کر لیا ہے۔ اب یہ طبقہ اپنے کو کامیاب بنانے اور زندگی کے معیار کو بلند کرنے میں ایسا مصروف ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ مولانا نے کہا کہ اپنے پیشہ کی مصروفیت کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔ اپنے حلقہ اثر اور وہاں کے سماجی، تعلیمی، معاشی اور معاشرتی اور سیاسی ضرورتوں اور تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگرچہ یہ پیشہ بڑا انہماک اور مشغولیت چاہتا ہے مگر معاشرے اور ماحول سے الگ نہیں رہنا ہے۔ آپ کی وابستگی مسلم معاشرے سے ہے۔ اگر یہ معاشرہ پرامن اور خوشحال ہے تو آپ بھی عزت و آرام اور امن و سکون سے رہ سکتے ہیں اگر یہ معاشرہ خطرے میں ہے، اس کا تحفظ خطرے میں ہے، اور معاشرے کے تعلقات ایک دوسرے سے صحیح نہیں ہیں تو آپ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آپ کی ذمہ داری مفکرین، مصنفین، محققین اور فلاسفر سے کہیں زیادہ ہے، ملک آپ کی اخلاقی رہنمائی کا منتظر ہے، اخلاقی اور روحانی اور سماجی خدمات کا میدان خالی ہے۔ آپ ہی اس خلا کو پر کر سکتے ہیں، اور اس ملک میں مسلمانوں کو عزت و قیادت مل سکتی ہے تو وہ خدمت کے میدان سے مل سکتی ہے۔

مولانا نے اپنے سفر اندور کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک تقریر کے بعد وہاں آر ایس ایس کے ذمہ دار مجھ سے ملنے آئے انھوں نے کہا کہ آپ کی اس تقریر سے ہم لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ اس ملک کی فکر ہم سے کہیں زیادہ آپ کو ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں اس تاثر اور شہادت کو اپنے ہی لئے نہیں پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک بڑا اعتراف قابل فخر نہیں تو قابل شکر سمجھتا ہوں۔ ضرورت ہے کہ آپ کی ہر بات سے اس کا اظہار ہو اور یہاں کے شہری یہ سمجھیں کہ آپ کو اس ملک کی ان سے زیادہ فکر ہے آپ کو دولت سے زیادہ ملک عزیز ہے یہ وہ جوہر ہے جو مفقود ہوتا جا رہا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنی صلاحیت، معاملہ فہمی، خلوص اور قابلیت کا ثبوت دیا تو ملک کی نازک سے نازک ذمے داریاں آپ کے سپرد کی جائیں گی۔"

مولانا نے وکلاء سے برادرانہ شکایت کرتے ہوئے کہا کہ آپ علامہ اقبال سے خوب واقف ہیں وہ کتنے بڑے شاعر تھے اور اس کے ساتھ قانون داں بھی تھے، انھوں نے ایک بار کہا تھا کہ اس عہد میں اسلام کا سب سے بڑا خدمت گذار وہ ہوگا جو اسلامی قانون کی برتری دنیا پر ثابت کر دے اس لئے کہ اس وقت بہت سے ممالک آزاد ہو رہے ہیں ان کو دستور اور قانون کی ضرورت ہوگی

مولانا نے فرمایا کہ آپ کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ اسلامی قوانین کا گہرائی سے مطالعہ کریں اور اپنے مضامین و مقالات سے بار ایسوسی ایشن اور عدالتوں میں ثابت کریں کہ اسلامی قوانین زیادہ لچکدار ہیں اور ان کے اندر زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی سب سے زیادہ صلاحیت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ انگریزی اور ہندی اخبارات میں کوئی دن خالی نہیں جاتا جب اسلام اور اسلامی قوانین کے خلاف کوئی مضمون، اداریہ یا مراسلہ نہ شائع ہوتا ہو۔ آپ اس پر نظر رکھیں اور بروقت ان کا ٹوٹس لیں۔ اور مسلم پرسنل لاء کی برتری اور زندگی کے تقاضوں کے ساتھ اس کی فطری ہم آہنگی کو ثابت کریں۔"

۲۳ فروری دوشنبہ کو بعد نماز مغرب پونہ کے مختلف تعلیمی اداروں زیر تعلیم عرب طلبہ سے خطاب ہوا۔ واقع رہے کہ پونہ میں تقریباً تین ہزار عرب طلبہ ان دنوں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ پونہ کالج کے ہال میں بعد نماز مغرب یہ جلسہ ہوا۔ ایک سوڈانی طالب علم نے تلاوت کی، پھر مولانا سے موجودہ دور میں دعوت کے تقاضوں اور جمیعۃ کے موضوع پر رہنمائی کی درخواست کی۔

مولانا نے عرب طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے ان کے داعیانہ کردار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی مختصر سی جماعت کے ذریعہ پوری دنیا کو اسلام کے سایہ تلے جمع کر دیا۔ صحابہ کرام کی تعداد اگرچہ بہت تھوڑی تھی لیکن وہ اپنی داعیانہ حیثیت اور مقام سے واقف تھے۔ اس لئے انھوں نے فرمایا کہ تاتاریوں کی آمد کے بعد اس کی کوئی توقع نہ تھی کہ عالم اسلامی سنبھالا لے سکتا ہے۔ لیکن ربانی علماء نے اس نازک موقع پر اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا اور تاتاری اسلام کے حلقہ بگوش بلکہ اس کے پرجوش داعی و علمبردار بن گئے، اس وقت بھی صورت حال یہ کہ مسلمان عوام اور حکومتوں کے درمیان غیر ضروری معرکہ آرائی ہو رہی ہے، اسی کے ساتھ غیر معمولی اخلاقی بحران نے اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس وقت صحیح اور متوازن اسلامی فکر اور معتدل لیکن موثر اور طاقتور اسلامی قیادت کا خلا ہے، اس خلا کو پر کرنا آج کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ آپ ہندستان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کچھ دنوں کے تعلیمی ٹرننگ لے کر اپنے وطن واپس جائیں گے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم کام اور وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ہندستان میں اسلامی دعوت کی تاریخ سے واقفیت حاصل کریں۔ کن حالات میں شیخ مجدد سرہندی نے کام کیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی دعوت اور فکر کیا ہے۔ اس زمانہ کے تقاضوں کے ساتھ وہ کس درجہ ہم آہنگ ہے۔ آپ کو ان سے واقف ہونا چاہئے یہی اس ملک اصل سوغات اور تحفہ ہے جو آپ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ آپ اس ملک میں ہندستانی مسلمانوں کی علمی اور دعوتی تاریخ پڑھئے کہ کس طرح انھوں نے اپنی تصوف کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ دلیرانہ کردار کے حامل و

امین رہے۔

عرب طلبہ سے خطاب کے بعد عشا کی نماز پونہ کالج کی مسجد میں ادا کی گئی اس کے بعد جماعت الشبان المسلمون کے ذمے داروں سے مولانا نے خطاب کیا۔ ان نوجوانوں کے سامنے سورۂ کہف کی آیت

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا —

کی تشریح کرتے ہوئے مسلمان نوجوانوں کو عقیدۂ توحید و رسالت پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔

مولانا یہاں سے فارغ ہو کر مسجد تنبولیان تشریف لے گئے جو ابھی حال ہی میں نئی نئی تعمیر ہوئی ہے۔ یہاں مولانا نے سورۃ العصر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عوام کو تلقین کی کہ وقت کی قدر کریں جو برف کی مانند پگھلتی رہی ہے ہوشیار اور دانا شخص وہ ہے جو برف پگھلنے سے پہلے اس کے دام کھڑے کر لیتا ہے اس سے ایک دن قبل شب میں مولانا نے موتی پورہ مسجد میں ایک عوامی مجمع سے خطاب کیا۔ وسیع اور کشادہ مسجد پوری طرح بھری ہوئی تھی۔ مولانا نے قرآنی آیت یاایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا کو موضوع بنا کر مسلمانوں سے فرمایا کہ مسلمان اس ملک میں قیادت و امامت اسی وقت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ وہ اخلاص، اخلاق، امانت دیانت اور صلاحیت میں دوسروں سے فائق اور ممتاز ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ اخلاقی و روحانی قیادت کے خلا کو صرف مسلمان ہی پر کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے یہاں موت اور حشر و نشر اور جواب دہی کا تصور ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر ہم تقویٰ کی زندگی اختیار نہ کریں گے تو ہم میں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ ہم بھی جھوٹ بولتے ہیں، رشوت لیتے ہیں وہ بھی ایسا کرتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے لیکن ہماری نمازوں کو کس نے دیکھا ہے۔ ہم ان کو اپنی عبادت نہیں دکھا سکتے لیکن اپنے اخلاق و کردار، خلوص و محنت اور امانت و دیانت سے ان پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

۲۳ فروری کو ٹھیک بارہ بجے مولدینہ ہائی اسکول کے طلباء اور اساتذہ سے مولانا نے خطاب کیا۔ اس اسکول کے ایک بچوں کو خاکی رنگ کے یونیفارم میں دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب ایک سانچہ اور ایک کارخانہ کے ڈھلے ہوئے ہیں۔ اسلام ایسا ہی وحدت چاہتا ہے مقصد زندگی کی وحدت، اخلاق کی وحدت۔ یعنی اس دنیا میں اخلاق کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی جا سکتی اور ہر مسلمان کو تقویٰ کا لباس اختیار کرنا ہے۔ یہی اسلام کا یونیفارم ہے کہ آپ اسلام کے رنگ میں رنگ جائیں۔ تقویٰ، عقیدۂ توحید، رسالت، آخرت کے خوف کا رنگ ہے۔ یہ یونیفارم اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے جو ہر انسان پر چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو جائے فٹ آجاتا ہے۔

۲۳ فروری کو بھی انیس چشتی صاحب نے دو پروگرام رکھے تھے۔ ایک تو مسیحیوں کے سب سے بڑے مرکز کے ذمہ داروں سے خطاب کے لئے دوسرے مہاراشٹر ایجوکیشن بورڈ کے نصابی کمیٹی کے ارکان سے ملنے کے لئے مگر مولانا کے اصرار پر یہ دونوں پروگرام منسوخ کر دیئے گئے کہ پونہ سے جلد واپسی کا تقاضا تھا۔

۲۳ فروری کو گیارہ بجے آر ایس ایس کے سب سے بڑے مرکز گیان پربودھنی کے معائنہ کے لئے مولانا تشریف لے گئے۔ یہ ادارہ بہت خاموشی سے ہندو احیائیت کے فروغ اور اشاعت میں مصروف ہے۔ یہاں وحدت ادیان کی تعلیم خالص ہندوانہ نقطۂ نظر سے دی جاتی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ملک میں تمام فرقے اور مذہب ایک قومی دھارے میں ضم ہو جائیں۔ اس طرح یہ مرکز آر ایس ایس کو فکری اور نظریاتی غذا فراہم کرتا ہے۔ اور مکمل تعلیم و تربیت کے بعد پورے ملک میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو سماجی، سیاسی اور تعلیمی میدانوں میں کام کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔ اس مرکز کی تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں سے واقفیت کے لئے اسرائیلی وزیر دفاع موشے دایان بھی یہاں آئے تھے۔ جیسا کہ پونہ کے لوگوں سے سننے میں آیا۔

گیان پربودھنی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ہامر کر ڈائیلاگ میں موجود تھے۔ انھوں نے مولانا کا استقبال کیا۔ ایک بڑے ہال میں کمسن بچے بچیوں نے کورس کے انداز میں تمام مذاہب کی بنیادی تعلیمات کو پیش کیا۔ آخر میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کو بھی ان بچوں نے صحیح تلفظ کے ساتھ دہرایا۔ ہندی رسم الخط میں یہ دونوں سورتیں لکھی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اس ادارہ کے ایک ذمے دار نے خیر مقدمی کلمات کہے اور مولانا کا تعارف کراتے ہوئے پیام انسانیت کے تحریک پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے پونہ ڈائیلاگ میں مولانا کے ان الفاظوں کو دہرایا کہ یہ ملک ایک کشتی کی مانند ہے اگر یہ ڈوبے گی تو سب ہی ڈوبیں گے اور اگر بچے گی تو ہم سب بچیں گے۔ اس کے بعد مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کو دعوت دی گئی۔ انھوں نے ہلکے پھلکے اور عام فہم انداز میں بچوں کے سامنے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ترجمہ کیا اور اس کی تشریح مثالوں سے کی۔ اور توحید خالص کی تعلیمات ان معصوم بچوں کی سادہ تختی پر رقم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد مولانا نے تقریر کا آغاز ایسے دلچسپ انداز سے کیا کہ تمام بچوں نے خوشی اور مسرت، گرم جوش تالیوں سے خیر مقدم کیا۔ اس تقریر میں مولانا کی معلمی روح پوری طرح جھلک رہی تھی۔ انھوں نے معصوم بچوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے دیس دیس کی سیر کی ہے، اور بڑے بڑے باغ اور پارک دیکھے ہیں۔ لیکن سچ کہتا ہوں کہ آپ جیسا باغ ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ آپ خدا کے پھول ہیں اس نے اپنے ہاتھ سے آپ کو پیدا کیا ہے، آپ خدا کی قدرت، رحمت اور نمائندگی کر رہے ہیں۔ آپ انسانیت کے باغ کو اپنی خوشبو سے مہکا سکتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا توحید کے پیغام کو سادہ مگر دلچسپ انداز میں بیان کر کے ان معصوم بچوں کے دل و دماغ میں اتارنے کی کوشش کی۔ مولانا نے ہلکے پھلکے انگریزی ہندی الفاظ کی مدد سے یہ کہانی سنائی کہ ایک بادشاہ نے خوش ہو کر دربان میں اعلان کر کے جو شخص اس محل کی جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا وہ چیز اس کی ہو جائے گی۔ دربار کے تمام لوگ وہاں موجود اشیاء پر ٹوٹ پڑے۔ کسی نے جھاڑ فانوس پر ہاتھ رکھا، کسی نے قالین پر، کسی نے کسی اور قیمتی چیز پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک غلام بادشاہ کے پاس کھڑا تھا۔ بادشاہ نے اس سے بھی کہا کہ تم کیوں نہیں اس نادر موقع سے فائدہ اٹھاتے اس زیرک غلام نے کہا یہ لوگ بے وقوف ہیں اس لئے کہ ان میں سے اگر کسی نے ہاتھی اور گھوڑے کو لیا ہے تو اس کو سائیس اور چارے کی ضرورت ہوگی۔ یہ سب کسی نہ کسی چیز کے محتاج ہیں۔ یہ کہہ کر غلام نے بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ دانائی اور عقلمندی کی بات یہی ہے کہ ہم ایک کو راضی کریں سب چیزیں ہمارے قبضے میں ہو جائیں گی۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ جب اللہ تعالیٰ ہی زندگی، موت، صحت، رزق دیتا ہے تو ہمیں اسی کو راضی کرنا چاہئے۔ کروڑوں کو ہم کہاں تک راضی کریں گے۔ اور یہ ممکن بھی نہیں۔ اس لئے آسان راستہ یہی ہے کہ ہم اس خدا کو راضی کریں جس کے قبضے میں سب کچھ ہے۔

مولانا نے سورہ فاتحہ اور اخلاص کے مفہوم کو کہانیوں کے ذریعہ بیان کر کے بچوں کے دل جیت لئے۔ جب تقریر ختم ہوئی تو گرم جوش تالیوں سے انھوں نے اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اس تقریر کے بعد گیان پربودھنی کے ایک نوجوان استاذ نے مولانا کی تقریر اور پونہ ڈائیلاگ میں پیش کئے گئے پیام انسانیت کی تائید کی۔

اردو میں آسان اسلوب اور عام فہم ترتیب و تشریح کے ساتھ

محمد عبید اللہ الاسعدی کی اہم تصنیف

اصول الفقہ

تقریظ: مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

مقدمہ: علم اصول الفقہ کے مباحث اور تاریخ و تعارف کتب، احکام کی تعریف مع تشریح و امثلہ۔

باب اول: مباحث ثبوت کتاب اللہ، عام و خاص، حقیقت و مجاز، اشارۃ و اقتضاء، بیان مفہوم مخالف وغیرہ۔

باب دوم: مباحث ثبوت سنت، مسند و مرسل، متواتر و مشہور وغیرہ۔

باب سوم: مباحث ثبوت اجماع۔

باب چہارم: اجتہاد، قیاس، استحسان، استصلاح، استصحاب۔

خاتمہ: تعارض دلائل۔

افسانے کی طباعت صفحات ۳۰۰ قیمت ۲۰ روپے

قیمت پیشگی بھیجنے پر محصول ڈاک معاف

ناشر: مکتبہ حرا لکھنؤ

محمد عبید اللہ الاسعدی کی دیگر تصانیف

اسلام مکمل دین مستقل تہذیب

تحدید نسل اور اسلامی تعلیمات

تسہیل البلاغۃ

تسہیل اصول الفقہ

علوم الحدیث

حقیقت نما

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے تقاضے

اعتکاف

مکتبہ رحمانیہ

لکھنؤ، دہلی اور دیوبند کے مکتبات میں دستیاب ہیں

تعمیر حیات لکھنؤ

مسلمانوں کا منصب

دنیا کی علمی، فکری اور ادبی قیادت

رابطہ ادب اسلامی کی جانب سے منعقدہ جے پور سیمینار میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی اختتامی تقریر جسے ماریہ نور عظیم نے ٹیپ کی مدد سے مرتب کیا۔

اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ۔ (انفال - ۷۳)

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی جو آیت پڑھی ہے مجھے شک ہے اور میں اس کے لئے آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کو اپنی فراست، ذہانت، علمی مطالعہ اور عربی ذوق کے باوجود اس جلسے اس کا ربط سمجھنے میں شاید دشواری آرہی ہوگی۔ اور بعض حضرات شاید اسے اس پر محمول کریں کہ قرآن مجید کی جو آیت بھی جس وقت بھی پڑھی جائے وہ مناسب بابرکت اور باعث اجر و ثواب ہے یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے لیکن میں نے قصداً اس آیت کا انتخاب کیا ہے۔ سورہ انفال کی یہ آیت مکہ سے مدینہ ہجرت کے کچھ ہی دنوں بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اس وقت مہاجرین کی تعداد جو مدینہ طیبہ آئی تھی وہ چند سو سے زائد نہیں تھی۔ اور مدینہ طیبہ میں اس وقت جتنے لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ شاید اس تعداد کو بھی نہ پہنچے ہوں، لیکن اس تعداد اور اس چھوٹے سے مجموعہ کو مخاطب کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ایسا اعلان فرما رہا ہے جو اس تعداد کے قد و قامت سے بہت بالا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ مٹھی بھر جماعت، مہاجرین و انصار جن میں باہم مواخات کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک نئی برادری کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی اس چھوٹی سی جماعت کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ۔ اگر تم نے اس نئی برادری کی بنیاد نہ ڈالی اور یہ رشتہ مواخات آپس میں قائم نہ کیا تو اللہ کی زمین میں بڑا فتنہ برپا ہوگا، اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔

آپ ذرا مقابلہ کریں اس کی سیاسی طاقت کو چھوڑ دیں اس کی فوجی طاقت کو چھوڑ دیں صرف یہ دیکھیں کہ اس کی عددی طاقت کا کیا تناسب ہے۔ اس اعلان عظیم سے اللہ ان پر ذمہ داری ڈال رہا ہے پوری دنیا میں اصلاح کی پوری نسل انسانی کو راستہ پر لگانے کی بگڑی ہوئی تقدیر انسانی کو بنانے کی اور اس دنیا کو سنبھالنے کی جس کی اس سے بہتر تصویر نہیں ہو سکتی کہ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا، ہلاکت و بربادی کی سب سے گہری خندق کے کنارے پر جو نسل انسانی پہنچ گئی تھی اور جس کی عرضی خدا کے یہاں گذر چکی تھی کہ اب اس کے لئے زندگی کا استحقاق نہیں رہا۔ اس نے اپنے خلاف خود مقدمہ قائم کیا تھا دربار الٰہی میں، ایسے روشن ثبوتوں کے ساتھ کہ ان سے زیادہ قوی ثبوت کوئی بڑے سے بڑا وکیل نہیں پیش کر سکتا، کوئی بڑے سے بڑا مدعی نہیں پیش کر سکتا۔ اس نے اپنے اعمال سے اپنے کردار سے اپنے ذہن و مزاج سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس وقت کی نسل انسانی کو دنیا میں باقی رہنے کا حق نہیں وہ زندگی کا استحقاق کھو چکی اس کی طرف زندگی کے استحقاق کو دوبارہ واپس لانے کی ذمہ داری اللہ نے اس چھوٹے سے مجموعے پر ڈالی ہے کہ دیکھو اگر تم نے اس وقت اخوت اسلامی کا رشتہ قائم نہ کیا اور تم نے آغاز نہ کیا دنیا کو بچانے کا، دنیا کو ہلاکت کے غار سے دور لے جانے کا اور اس پوری نسل انسانی کو خودکشی سے باز رکھنے کی جدوجہد نہ کی، اس کیلئے ہاتھ پاؤں نہ مارے، تو دنیا کی قسمت میں آخری شقاوت ہلاکت و بربادی لکھ دی گئی ہے اور اس چھوٹی سی جماعت نے اس اہم ترین اور عظیم ترین ذمہ داری کا حق ادا کر دیا۔

یہ سب کیسے ممکن ہوا؟ یہ اس وقت ممکن ہوا جب یہ جماعت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی اور اس نے دنیا میں زندگی کا ایک نیا نقشہ پیش کیا اور اس کے ساتھ مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ کہوں کہ اس نے عالم انسانی کی اور نسل انسانی کی، ایمانی اور اعتقادی، عملی اور فکری، ذہنی اور تمدنی قیادت کی ذمہ داری قبول کی اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر امتیں دنیا کے نقشہ میں اور تقدیر انسانی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتیں۔ جب تک وہ اپنے کو اس کا اہل ثابت نہ کریں کہ وہ ایمان و یقین کی دولت بھی دے سکتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کا ایک نیا نقشہ بھی پیش کر سکتی ہیں اور صرف انسانی جسموں کو نہیں بلکہ انسانی ذہنوں کو انسانی توانائیوں کو، انسانی صلاحیتوں کو انسانی ذہانتوں کو انسان کی تخلیقی طاقتوں کو اور اس کے ذوق و ادب کو بھی ایک نیا رخ دے سکتی ہیں۔

یہ چھوٹا سا مجموعہ جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا اہل قرار دیا کہ وہ اب نسل انسانی کی کامل قیادت کرے گا یعنی وہ دنیا میں صرف ایک معاشرہ کی بنیاد نہیں ڈالے گا خواہ وہ معاشرہ اپنے خصائص میں کیسا ہی ممتاز کیوں نہ ہو بلکہ وہ اب پوری نسل انسانی کی فکری، ذہنی، علمی ادبی، تعلیمی تربیتی اور تمدنی قیادت بھی کرے گا اور اس نے اس کو ثابت کر دیا۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں۔ میرا محدود تاریخی مطالعہ عام انسانوں کا تاریخی اور تمدنی مطالعہ اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ بھی بتاتا ہے کہ مسلمانوں نے دنیا کی نہ صرف سیاسی انتظامی اور تنظیمی قیادت سنبھالی بلکہ عملی و فکری قیادت بھی سنبھالی۔ یہ واقعہ ہے کہ خلافت اسلامی کے قائم ہو جانے کے بعد حیات نبوی میں آپ کی امامت اور آپ کی نبوت کی روشنی میں جو معاشرہ قائم ہوا جو تنظیم قائم ہوئی اس میں اور پھر اس کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں اور خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنی امیہ میں اور خلافت عباسیہ میں (اپنی بعض کمزوریوں کے باوجود) اور اس کے بعد بھی مسلمانوں کے اقتدار اعلیٰ میں جو خلافت کے نام سے موسوم نہیں تھا۔ اس میں تنہا مسلمانوں نے ہزار بارہ سو برس تک اور کم سے کم ساتویں صدی میں تاتاریوں کے حملے تک پوری متمدن دنیا کی نہ صرف ایمانی و اعتقادی قیادت کی، بلکہ علمی و فکری، تعلیمی، ادبی اور تمدنی قیادت بھی کی ہے اور یہ ملت باقی نہیں رہ سکتی بغیر قیادت کے۔

آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں میں اس موضوع پر اپنی ناچیز کوششوں کا ذکر نہیں کروں گا لیکن میں اس موضوع کا طالب علم رہ چکا ہوں اور اب بھی ہوں اور میں اپنے مطالعہ کی روشنی میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ چھ سو سات سو برس تک کوئی سال ایسا نہیں گزرا تقویم اسلامی کا اور عالم اسلام کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں کو ذہنی و علمی اور فکری طور پر بھی بالاتری حاصل نہ رہی ہو، اور امت اسلامیہ ایسے اشخاص کو پیدا نہ کرتی رہی ہو جو اپنی ذہنی سطح میں پوری نسل انسانی میں امتیاز رکھتے تھے اگر آپ پانچویں صدی کا دور دیکھیں یہاں آپ کو امام غزالی، امام ابوالحسن اشعری، امام باقلانی نظر آتے ہیں۔ اگر آپ ساتویں آٹھویں صدی میں آئیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے عالی مقام تلامذہ نظر آتے ہیں اور اسی طریقے سے یہ تسلسل برابر باقی رہتا ہے کم سے کم میں یہ عرض کر سکتا ہوں حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی تک اس میں کوئی چھوٹا سا وقفہ بھی نہیں ہے۔

میں اس بات کو بالکل تسلیم نہیں کر سکتا کہ صدیاں گذر گئیں عالم اسلام میں مسلمانوں میں متوسط سطح سے کوئی بلند قامت انسان پیدا نہیں ہوا۔ میں اسے اسلام کی صلاحیت توحید صلاحیت انتاج اور شجر اسلام کی بارآوری و شادابی پر سخت الزام سمجھتا ہوں۔ تاریخ پر ایک افترا اور بہتان سمجھتا ہوں اگر یہ کہا جائے کہ یہ امت اسلامیہ کسی صدی میں عقیم ہو گئی اور وہ بلند سطح کی انسانوں کو پیدا نہیں کر سکی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بلکہ ممتاز شخصیتوں اور ذہنی و فکری قیادت کی مستحق افراد کی پیدائش کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور اس کو جاری رہنا چاہئے۔ اس لئے میں نے یہ آیت پڑھی ہے "اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ" اگر ملت اپنے اس فرض سے سبکدوش ہو گئی اور مجھے معاف کیا جائے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس امت نے صرف عبادات پر اکتفا کیا، فرائض و نوافل کی ادائیگی کو کافی سمجھا شریعت اسلامی کا جو عظیم الشان اور قابل فخر سرمایہ ہے اس کی حفاظت پر اکتفا کیا اور اس نے عالم انسانی کی نگرانی کا فریضہ ادا نہیں کیا جس کو اقبال نے احتساب کائنات کہا ہے اور جس قوت و صلاحیت سے آج کی ابلیسی طاقتیں خوف زدہ اور لرزہ براندام ہیں۔ اقبال نے ابلیس کی زبان سے اس حقیقت کو ادا کیا ہے۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

اگر اس امت نے احتساب کائنات کا فریضہ چھوڑ دیا اگر اس نے اپنے کو عالم انسانی کی علمی دنیا کی نہ صرف دینی و اعتقادی بلکہ علمی و فکری قیادت سے اپنے کو سبکدوش سمجھ لیا یا اپنے کو سبکدوش کر لیا یہ نوع انسانی کے حق میں جرم ہوگا۔ خود اس کے اپنے اوپر بھی بہت بڑا ظلم ہوگا۔ اس لئے اگر آج ہمارے اہل علم ہماری جامعات کے فضلاء اور آج ہمارے ادباء و شعراء اور ہمارے اہل قلم اور ہمارے اہل فکر صرف اپنے گوشہ عافیت میں بیٹھ جائیں یا اپنے حصار کے اندر مطمئن ہو جائیں اور نوع انسانی کی علمی اور فطری قیادت کا کام چھوڑ دیں تو

نوع انسانی بھی تباہ ہوگی اور وہ بھی اپنی افادیت کھو دیں گے اگر زندگی کا استحقاق نہیں تو کم از کم قیادت کا استحقاق امامت کا استحقاق اور دعوت کا استحقاق کھو دیں گے۔

ہمارے سامنے تاتاریوں کی ایک مثال ہے تاتاریوں کے پاس ساری طاقتیں تھیں تاتاری وہ تھے جن کی تلوار نے عالم اسلام کو چکنا چور کر دیا تھا اور شہر کے شہر بے چراغ کر دیئے تھے۔ اور عالم اسلام ایک لاشہ بے جان بن کر رہ گیا تھا کہیں زندگی کی رمق پائی نہیں جاتی تھی یعنی چلتے پھرتے ہوئے انسان تو پائے جاتے تھے لیکن ان میں زندگی نہیں پائی جاتی تھی اور یہاں تک یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ تاتاری شکست نہیں کھا سکتے اس زمانے کی ایک مثل ہے جو انھیں لفظوں کے ساتھ تاریخ میں نقل کی جاتی ہے

اذا قیل ان التتر انھزموا فلا تصدقو

یعنی ہر بات مان لینا ہر قسم کے ناممکن الوقوع واقعات کو تسلیم کر لینا لیکن اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ تاتاریوں نے کسی معرکہ میں شکست کھائی تو ہرگز نہ تسلیم کرنا۔ لیکن انھوں نے شکست کھائی تو کس سے شکست کھائی؟

یہ ایک حقیقت ہے اور ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ انھوں نے روحانیت کی اور اخلاق کی شمشیر سے شکست کھائی اس کو شمشیر کہنا شاید اس کے حق میں ایک بے ادبی اور ناانصافی ہو۔ بہرحال ایک تو انھوں نے روحانیت اور اخلاص سے شکست کھائی۔ شیخ جمال الدین کے دل سے نکلی ہوئی ایک بات سے لاکھوں تاتاری مسلمان ہو گئے۔ میں اس واقعہ کو دہراتا ہوں اس لئے اس کے دہرانے میں ایک لذت ہے اور ایک عزت ہے اور ایک بہت بڑی صداقت کا اعلان ہے اس واقعہ کو آرنلڈ نے اپنی کتاب دعوت اسلام میں لکھا ہے۔ اور فارسی تاریخ نگاروں نے اور طرح سے لکھا ہے کہ تاتاریوں کا شہزادہ اور ولی عہد تغلق تیمور شکار کو جا رہا تھا اور تاتاری توہم پرست تھے ان کا وہم تھا اگر کوئی ایرانی اور خاص طور سے کوئی مسلمان سامنے آگیا تو وہ دن منحوس ہوگا اور اس دن کوئی شکار نہیں ملے گا۔ لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ سارے انتظامات کے باوجود شیخ جمال الدین سامنے آگئے جو ایرانی بھی تھے اور مسلمان بھی لوگ ان کو پکڑ کر شہزادہ کے پاس لے گئے وہ اس وقت طیش میں بھرا ہوا تھا اس نے اپنے کتے کی طرف اشارہ کیا کہ تم بہتر ہو یا یہ بہتر ہے؟ اس وقت ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ کیا مطلب؟ ابھی فیصلہ نہیں ہو سکتا؟ یا یہ کہو کہ میں افضل ہوں تو اس وقت تلوار موجود تھی جلاد کی۔ یا کہو کہ بادشاہ کا کتا افضل ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں افضل ہوں ورنہ یہ کتا افضل ہے بس یہ جملہ سننا تھا کہ دل لرز اٹھے تاتاریوں کے۔

ہر کہ از دل می خیزد
در دل می ریزد

اس نے کہا اچھا اس وقت تو خیر جائیے لیکن آپ جب سنیں کہ میری تاج پوشی ہو گئی تو آپ مجھ سے ملیں ان کی قسمت میں نہیں تھا زندگی نے وفا نہیں کی اور جب آخری وقت آیا تو اپنے صاحبزادے سے کہا کہ بیٹے میری قسمت میں نہیں تھا کہ تغلق تیمور تک اسلام کی آواز پہنچاؤں۔ لیکن شاید تمہاری قسمت میں ہو جب تم سننا کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو گئی ہے تو جانا اس واقعہ کو یاد دلانا اور کہنا کہ اگر اسلام کی دولت ہم کو نصیب نہ ہوئی ہوتی تو یہ کتا افضل تھا لیکن اسلام کی دولت ہم کو نصیب ہوئی اس لئے میں افضل ہوں، بہرحال تاج پوشی ہو گئی اور وہ وہاں گئے لیکن ان کا کہاں گذر ہو سکتا تھا شاہی محل میں، کچھ اور سمجھ میں نہ آیا تو انھوں نے اپنی جائے نماز بچھائی اور ایک درخت کے نیچے اذان دینے لگے آواز شہنشاہ کے کان میں پڑی تو بلایا اور پوچھا تم کون ہو اور یہ کیسی صدا لگاتے ہو؟ کہا کہ شاید آپ کو یاد ہو ایک مسلمان درویش آپ سے ملے تھے اور آپ سے مکالمہ ہوا تھا، کہا یاد آگیا اس نے اپنے وزیر اعظم کو بلایا اور کہا کہ میں تو ایمان لاتا ہوں، تم اپنے متعلق فیصلہ کرو کہ تم کیا کرو گے، انھوں نے کہا حضور میں تو پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہوں میں تو آپ کے ڈر سے چھپا رہا تھا، مورخوں نے لکھا ہے کہ پوری ایرانی تاتاری شاخ یعنی تاتاریوں کی وہ حکمراں شاخ جو ایران اور اس سے متصل علاقوں پر حکومت کر رہی تھی پوری کی پوری مسلمان ہو گئی۔

ان تاتاریوں کو ایک تو اخلاص و روحانیت کی شمشیر نے فتح کیا اگر شمشیر کہنا صحیح ہو اور دوسرے اس بات نے تاتاریوں کو تسخیر کیا کہ ان کے پاس سب کچھ تھا وہ تلوار تھی جس نے عالم اسلام کو زیر کر لیا تھا لیکن ان کے پاس علم نہیں تھا ان کے پاس ادب نہیں تھا ان کے پاس شاعری نہیں تھی، قانون نہیں تھا دستور نہیں تھا یہ سب مسلمانوں کے پاس تھا تو میں نے عرض کیا کہ کسی ملت کے پاس سب کچھ ہو مگر یہ سرمایہ نہ ہو تو وہ فتح نہیں حاصل کر سکتی اسی چیز نے تاتاری فاتحین کو مفتوح بنا دیا اسی طرح یورپ جب آگے بڑھا تو یورپ کے ہمرکاب ان کا علم گیا ان کی محنتیں اور کاوشیں گئیں۔

مستشرقین جن کا تذکرہ یہاں بھی ہوا یہ صحیح ہے کہ ان یورپی علماء و محققین نے مشرقی زبانوں اور مشرقی علوم میں بڑی محنت کی اور ایک نمایاں مقام حاصل کیا ان محنتوں کا ایک بہت بڑا محرک مغربی نوآبادیوں کا وجود تھا اور وہ یلغار تھی جو مغرب، مشرق میں کر رہا تھا اس کے لئے ایک علمی و تصنیفی ہراول دستے کی ضرورت تھی، دراصل یہ مستشرقین یہی کام کرتے تھے مفتوح قوموں کی تہذیب اور علمی سرمایہ ان کے سامنے رکھتے تھے ان کی کمزوریاں اور خامیاں بیان کرتے تھے اور ان مفتوح قوموں پر اثر ڈالتے تھے یہ واقعہ ہے کہ مستشرقین نے بہت بڑی خدمت انجام دی مغربی سیاست کی، لیکن جب نوآبادیوں کا نظام ختم ہوا تو میں آپ کو ایک ایسے طالب علم کی حیثیت سے جس کو بار بار یورپ جانے کا اتفاق ہوا ہے، آپ سے عرض کرتا ہوں کہ استشراق کے اندر جو جوش و خروش تھا اس کے اندر جو محنت کا جذبہ تھا اس کے اندر جو بلند ہمتی تھی اس میں بہت بڑا فرق پڑ گیا آج یورپ و امریکہ میں استشراق رخ بہت کمزور پڑ گیا ہے اور اب اس کے پائے کی چیزیں سامنے نہیں آرہی ہیں جو اس سے پہلے آئیں مستشرقین کی کامیابی کا بہت بڑا راز یہ ہے کہ وہ ایک موضوع کو اپنی زندگی بھر کا موضوع بنا لیتے تھے اور اس میں جذب ہو جاتے تھے اس کے نتیجے میں وہ اس پر حاوی ہو جاتے تھے۔ لیکن ان کو یہ سمجھنا کہ وہ ہمہ داں تھے بڑے متبحر عالم تھے یہ بات صحیح نہیں میں یورپ کے چوٹی کے دو تین مستشرقین سے ملا ہوں اور مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ صرف اس موضوع سے واقف ہوتے ہیں جس پر یہ اسٹیڈی کر رہے ہیں یا کوئی کتاب لکھ رہے ہیں۔

میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں میں آکسفورڈ یونیورسٹی پہلی مرتبہ گیا تو وہاں کے شعبۂ عربی کے صدر سے ملنے کی خواہش کی، بہت اخلاق اور تپاک سے ملے میں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ان سے کچھ ادب عربی سے متعلق پوچھنا شروع کیا کہ جاحظ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، ابن مقفع کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

تو انھوں نے کہا کہ مجھے ایک کمیٹی میں شرکت کرنا ہے اور میں جا رہا ہوں میں صاف سمجھ گیا کہ وہ یہ تاثر دینا نہیں چاہتے تھے کہ وہ عربی ادب کے ان مشہور شخصیتوں سے اچھی طرح واقف نہیں۔ میں پروفیسر آربری سے ملا میں نے ان کا بڑا نام سنا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ ان کو امتیاز حاصل تھا وہ کئی سال تک مصر میں رہے تو پروفیسر آربری سے کیمبرج میں میرا اپوائنٹمنٹ ہوا، میں ان کے مطالعہ کے کمرے میں گیا تو میں نے بیٹھتے ہی ان سے انگریزی میں کہا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ سے گفتگو کروں؟ تو انھوں نے کہا بہتر ہوگا کہ آپ انگریزی ہی میں گفتگو کریں۔ اس لئے کہ وہ اپنی کمزوری کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے، میرے لئے کوئی عیب کی بات نہیں تھی کہ میں کوئی اچھی انگریزی نہ بول سکوں۔ لیکن وہ اچھی عربی نہ بول سکیں یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے تو ہمیں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ مستشرقین کا جو طریقۂ کار تھا وہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔ ایک بات تو یہ کہ ان کو بڑے اچھے لٹریری اسسٹنٹ ملتے تھے دوسرے یہ کہ وہ یکسوئی اور انہماک کے ساتھ اپنے کام میں لگ جاتے تھے اور تیسرے یہ کہ ان کے لئے حوصلہ افزائی کے سامان بہت تھے۔ لیکن اب استشراق میں ایک محسوس زوال آگیا اور یہ زوال میرے خیال میں بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں خود ہمارے برصغیر میں ہندستان میں ایسے تحقیقی کام ہوتے ہیں جن کی مثال یورپ و امریکا میں ملنی مشکل ہے اور ہمارے یہاں جن لوگوں نے علمی ذوق سے کام لیا ہے اور علم کے شیدائی بن گئے ہیں انھوں نے ایسے نمونے پیش کئے ہیں تحقیق کے جن کی مثال نہیں۔

میں مثال کے طور پر اپنے معنوی استاد علامہ سلیمان ندوی کے خیام کا ذکر کرتا ہوں کہ ان کی یہ کتاب اپنے موضوع پر آخری کتاب ہے علامہ اقبال نے اس کے پڑھنے کے بعد کہا کہ اب اس سے بہتر کتاب لکھنی مشکل ہے۔ اور علوم اسلامیہ کے جوئے شیر کا فرہاد سید سلیمان ندوی سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ اسی طرح علامہ شبلی کی شعر العجم حافظ محمود خاشیرانی کی بعض تنقیدوں کے باوجود اس کی مثال نہ ایران کے ادب میں ملتی ہے نہ ہندستان کے ادب میں، اسی طرح سے میں کئی کتابوں کے نام لے سکتا ہوں۔ مولانا سلیمان ندوی کی "عرب ہند تعلقات" اور عربوں کی جہاز رانی" مولانا شبلی کی (بقیہ ص ۱۲)

قوام مال زندگی ہے

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ انسان کے لئے مال قوام زندگی ہے۔ بغیر اس کے آدمی دنیاوی زندگانی گذار نہیں سکتا۔ دین و مذہب نے بھی اس کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے بلکہ اگر کہہ دیا جائے کہ اسلام میں تحصیل مال کی ترغیب موجود ہے تو غلط نہ ہوگا۔

حدیث پاک

چنانچہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔ یا عمرو نعما بالمال الصالح للرجال الصالح۔ یعنی اے عمر صالح شخص کے لئے صالح مال بہتر چیز ہے۔

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ من اخذ بحقہ فنعم المعونۃ ھو۔ یعنی جو شخص اس مال کو اس کے حق کے ساتھ لے یعنی جائز طریقے سے حاصل کرے تو یہ بہترین معین و مددگار ہے۔

دنیا وسیلۂ آخرت

حضرت سعید ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم دنیا کو جو متاع غرور فرمایا گیا ہے تو یہ اس وقت ہے جب کہ یہ طلب آخرت سے روک دے لیکن اگر یہی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی طرف داعی ہو اور طلب آخرت کا ذریعہ بنے تو پھر یہی دنیا نعم المتاع و نعم الوسیلہ ہے۔

(روح المعانی ص ۱۸۵ پ ۲۷ مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند)

پس معلوم ہوا کہ دین کے پیش نظر مقصودیت کے درجے میں تو صرف آخرت ہے اور دنیا اس کا وسیلہ ہے چنانچہ حدیث پاک ہے۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے لیکن اگر اس مال دنیا کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف استعمال کیا جائے تو اس کی مذمت کی جائے گی جیسا کہ حضرت علی کا ارشاد ہے ھی لین مسھا قاتل سمھا۔ یعنی وہ چھونے میں تو نرم ہے مگر اس کا زہر قاتل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا فی نفسہ مذموم نہیں غلط استعمال کی وجہ سے قباحت آتی ہے۔ اگر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر استعمال کیا جائے تو نعم المتاع و نعم الوسیلہ ہے چنانچہ صاحب روح المعانی نے پ ۱۰ ص ۹۵ (مطبوعہ مصطفائیہ دیوبند) پر فرمایا ہے کہ:۔

ولا اری الاستدلال علی رداءۃ الدنیا الا استدلالا فی مقام الضرورۃ نعم ھی نعمت الدار لمن تزود منھا الآخرۃ

دنیا کی مذمت جو شریعت میں وارد ہے تو اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ صرف ضرورت کی وجہ سے ہے ورنہ تو یہ ایک اچھی جگہ بھی ہے اس شخص کے لئے جو اس میں رہ کر آخرت کے لئے توشہ تیار کرے۔

غوث پاک ارشاد

حضرت والا حضرت سیدنا عبد القادرؒ کا یہ مقولہ برابر نقل فرماتے تھے کہ مال کو صندوق میں رکھنا جائز ہے جیب میں رکھنا جائز ہے مگر دل میں رکھنا جائز نہیں، اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں

آب در کشتی ہلاک کشتی است
آب اندر زیر کشتی پستی است

پانی کشتی کے اندر اس کی ہلاکت کا سبب ہے اور وہی پانی کشتی کے نیچے اس کے چلنے میں معین ہے۔ اسی لئے حضرت والا فرماتے تھے کہ مجھے وہ دعائیں بہت پسند ہیں جن میں دنیا و آخرت دونوں کی آسانی اور خیر و عافیت طلب کی گئی ہے جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔ فرماتے تھے یہ دعا بہت ہی جامع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ ہے مگر آج کل لوگ اس کو بھی دل سے نہیں کرتے اور نہ اس کی اہمیت سمجھتے ہیں جبکہ لے دے کے یہی دعا عام طور پر مسلمانوں کو یاد ہے نیز حضور کی یہ دعائیں بھی بہت پسند تھیں بلکہ مجھ کو (رقم الحروف) کو خاص طور سے اس کی تلقین فرمائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْیُسْرَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ رَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا۔

کبھی فرماتے اگر دنیا مذموم ہی مذموم رہتی تو پھر قرآن، حدیث میں اس کے لئے دعا کی کیوں تعلیم و تلقین فرمائی جاتی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے اندر جو طغیان و کبر و نخوت ہے اس سے بچنا چاہئے اس لئے کہ اسی وجہ سے انبیاء و اولیاء کی مخالفت یہی مالدار متکبر لوگ عموماً کرتے ہیں تو اس کے لئے علاج یہ ہے کہ دل میں خدا کا خوف بٹھلایا جائے تقویٰ اللہ اختیار کیا جائے۔ مومن بھی مال کے طغیان سے اسی صورت میں بچے گا جبکہ تقویٰ اختیار کرے اور اس کو اللہ کی جانب سے عطیہ سمجھے اپنے کسب جد و جہد کا ثمرہ نہ سمجھے۔

اور تقویٰ اللہ کے پیدا کرنے کی صورت وہی متقین صالحین کی خلوص سے صحبت و اطاعت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس میں گویا تقویٰ اللہ کے حصول کا ذریعہ معیت صالحین کو بتلایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

مسئلہ معاش

سب سے اہم مسئلہ دنیاوی زندگانی میں معیشت یا معاش کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاد کی طرح ہمارے معاش کا بھی کامل انتظام فرمایا ہے۔ پس اس کا اتباع عین دین ہے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ باب سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں کہ وکان الزمھم باصلاح تدبیر المنزل ورعایۃ الاصحاب وسیاسۃ المدینۃ بحیث لا یتصور فوقہ یعرف لکل شیء قدرہ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تدبیر منزل اور اصحاب کی رعایت اور سیاست مدینہ کا سب سے زیادہ التزام فرماتے تھے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ ہر چیز کی قدر و منزلت کو جانتے تھے۔۔۔۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم عیادت کی غرض سے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت زیادہ ہے اور سوائے ایک لڑکی کے میرا اور کوئی وارث نہیں ہے کیا میں اپنے کل مال کے صدقہ کی وصیت کر دوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا پھر دو ثلث کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، پھر میں نے نصف کے لئے کہا پھر تہائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی ہی میں جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے ثلث مال کے صدقہ کی اجازت طلب کی تو فرمایا کہ ہاں ثلث کی وصیت کر سکتے ہو مگر یہ بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ تمہارا اپنے ورثہ کو غنی و مالدار چھوڑ جانا اس سے بہتر ہے کہ ان کو محتاج چھوڑ جاؤ کہ دوسروں کے دست نگر ہوں اور بلاشبہ تم جو بھی خرچ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرو گے اس کا ثواب تم کو ملے گا حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی تم کو اجر ملے گا جو اپنی بیوی کے منہ میں دو۔

(مشکوٰۃ باب الوصیۃ)

دیکھئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کل مال بلکہ نصف مال کے صدقہ کی وصیت سے منع فرمایا اور یہ علت بیان فرمائی کہ اپنی اولاد کو مفلس اور محتاج چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کہ غنی اور مالدار چھوڑ جاؤ تاکہ وہ لوگ سوال کی ذلت سے محفوظ رہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل و عیال پر احسان اور انفاق سے اجر ملتا ہے اور یہ بھی مفہوم ہوا کہ اولاد کے لئے مال کا ذخیرہ کرنا اور ان کی معیشت کا انتظام کرنا شرعاً مطلوب ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ:۔

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد فریضۃ

یعنی رزق حلال کا کسب دوسرے فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔ (مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال)

چنانچہ صحابہ تجارت بھی کرتے تھے اور زراعت بھی کرتے تھے کچھ نہیں کر سکتے تو اجرت ہی پر کام کرتے رزق حلال و طیب حاصل کرتے تھے اب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال جو یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں کنز العمال سے نقل کرتے ہیں۔

اقوال صحابہؓ

(۱) حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا دین تو تمہارے معاد و آخرت کے لئے معین ہے۔ اور یہ (مال و دولت تمہارے معاش کے لئے معین ہیں جس کے پاس مال نہیں اس سے کسی خیر کی توقع نہیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے سب سے عمدہ شخص وہ ہے کہ دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو نہ چھوڑے اور آخرت کے لئے اپنی دنیا کو نہ چھوڑ بیٹھے۔

۳۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ تم میں کے بہترین وہ لوگ ہیں کہ اپنی دنیا سے آخرت کے لئے حصہ لیں اور اپنی آخرت میں سے دنیا کے لئے۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بھلا آدمی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو کہ نہ دنیا ہی کے کام میں ہو اور نہ آخرت ہی کے کام میں۔

صحابہ کرام کے ان ارشادات گرامی سے معلوم ہوا کہ دنیا کی مطلقاً جو مذمت کی جاتی ہے صحیح

نہیں ہے بلکہ اس دنیوی زندگی کے لئے مال ضروری اور لابدی ہے۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ کا اثر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مال پہلے زمانہ میں ناپسند کیا جاتا تھا مگر اب مومن کا ڈھال ہے یعنی اس کے ذریعہ بہت سی معصیت سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اپنی عزت و آبرو برقرار رکھ سکتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر دنانیر (روپیہ پیسہ) ہمارے پاس نہ ہوں تو بادشاہ لوگ ہم کو صافی بنالیں (مطلب یہ کہ ان لوگوں کے نزدیک ہم لوگ ذلیل و خوار ہو جائیں) اور یہ بھی فرمایا کہ جس کے ملک میں کچھ دینار ہوں تو چاہئے کہ اس کی اصلاح کرے یعنی اس کو تلف نہ کرے بلکہ تجارت کے ذریعہ اس کو بڑھائے اس لئے کہ یہ (ایسا بد دینی کا) زمانہ ہے کہ اگر کوئی مفلس و محتاج ہوگا تو (تحصیل دنیا کے لئے) سب سے پہلے اپنے دین ہی کو صرف یعنی ضائع کرے گا۔ اور فرمایا کہ مال حلال اسراف کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ یعنی اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اسراف کے طور پر اور بلا ضرورت شرعیہ کے صرف نہیں ہوتا۔

(رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت سفیان ثوریؒ کے اثر سے معلوم ہوا کہ ہم کو اصحاب خیر القرون کی ریس نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ حضرات کامل الایمان تھے زمانہ خیر و صلاح کا تھا مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا لوگوں کے حالات متغیر ہو گئے، ایمان میں ضعف آگیا، فقر کی تلخی کا تحمل نہیں ہو سکتا اس لئے دین و ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ مال پاس رہے ورنہ ایمان ہی کھو بیٹھیں گے۔

(مضمون معاش)

چنانچہ حضرت مصلح الامت فرماتے تھے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ مسلمانوں میں وہی مسلمان نصرانی ہوئے جو فقر و نادار تھے کوئی خوشحال و مالدار مسلمان اسلام کو چھوڑ کر نصرانی نہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غربت کی وجہ سے آدمی دین و اسلام سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ حدیث پاک ہے:۔ کاد الفقر ان یکون کفرا۔ یعنی بعض دفعہ فقر و فاقہ کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ آگے مضمون معاش میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ترتیب انفاق

اب معاملہ انفاق کا رہ جاتا ہے تو اس کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسب مال سے بھی اہم ہے اور اس طرح اس کو عمل میں لانا کہ تمام اہل حقوق کی رعایت ہو جائے دشوار امر ہے۔ آج جو گھر گھر اختلاف اور باہمی نزاع دیکھ رہے ہیں یہ سب تعلیم نبوی پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور عمل علم کی فرع ہے جب علم ہی نہیں تو عمل کیسے ہوگا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی مبسوط کلام فرمایا ہے اور ان میں ترتیب بیان فرمائی ہے ہم اس کو بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنی ذات پر خرچ کرو۔ کہا میرے پاس ایک دوسرا دینار ہے تو فرمایا اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو اس نے کہا میرے پاس ایک تیسرا دینار بھی ہے تو حضور نے فرمایا اس کو اپنی بیوی کی ضرورت میں لگا دو۔ اس نے پھر کہا میرے پاس (اس کے علاوہ) ایک دینار اور بھی ہے تو فرمایا خادم پر خرچ کرو پھر عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار اور بھی ہے تو فرمایا تم زیادہ جانتے ہو یعنی عزیز و اقارب میں جو زیادہ مستحق ہوں ان کو دے دو۔ اس سے نفقات میں ترتیب مفہوم ہوئی۔ اس طرح سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں الاھم فالاھم کو مقدر فرمایا ہے سبحان اللہ کیا عمدہ ترتیب ہے کہ عقلی اور طبعی لحاظ سے بھی نہایت مناسب ہے۔

انفاق میں اعتدال

اب سنئے جیسے مصارف انفاق میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح اہل حقوق پر صرف کرنے میں اعتدال بھی ضروری ہے۔ نہ اتنی تنگی کرے کہ اہل حقوق ضیق اور تنگی میں مبتلا ہو جائیں اور نہ اتنی وسعت کر دے کہ اسراف منہی عنہ تک نوبت پہنچ جائے بلکہ آمدنی کے موافق خرچ کرنا چاہئے۔ اور آئندہ کے لئے آمدنی کا کچھ حصہ بچا کر پس انداز کرنا چاہئے۔ اسی کو اقتصاد کہتے ہیں جو نہایت اہم اور دشوار مسئلہ ہے اور یہی تدبیر منزل کی اصل و اساس ہے اگر اقتصادی حالت درست ہے تو تدبیر منزل درست ہے اور اگر اس میں قصور و فساد ہے تو پھر تدبیر منزل بھی خراب و فاسد ہوگی۔

اس کے بعد اعتدال و توسط کی محمودیت و مطلوبیت کو کتاب و سنت اور اقوال صحابہ سے ثابت فرمایا ہے جو نہایت مفید و بصیرت افروز ہے جو چاہے وہاں مطالعہ کرے۔ اخیر میں السیر المہذب سے اصول اقتصاد نقل فرمایا ہے۔ وھو ھذا۔

اصول اقتصاد

الاصل الاول:۔ آمدنی اگرچہ قلیل ہو مگر اس سے کچھ پس انداز کرنا چاہئے۔ جو شخص آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ احمق ہے۔

الاصل الثانی:۔ ضرورت کی اشیاء نقد لو کسی کے مقروض نہ رہو۔

الاصل الثالث:۔ آئندہ آمدنی کی توقع پر سب مال خرچ نہ کر ڈالو۔ اس لئے کہ جو چیز حاصل نہیں ہے اس پر کیا بھروسہ، ملے نہ ملے جو شخص آئندہ کی امید پر خرچ کرے گا وہ قرض و فقر میں مبتلا ہو جائے گا۔

الاصل الرابع:۔ اپنے کو مال تلف و ہلاک کرنے سے بچاؤ اس لئے کہ نہ تو تم کو ہی اس سے نفع پہنچے گا اور نہ کسی اور ہی کو۔

الاصل الخامس:۔ اپنے اعمال کی خود نگرانی کرو اور اگر عمل خود کر سکتے تو خود کرو اس لئے کہ نقل ہے لا یھتم فی العمل الا صاحبہ ولا یراقب الشیء الا عین صاحبہ یعنی جس کا کام ہوتا ہے وہی اس کا اہتمام بخوبی کر سکتا ہے اور کسی شے کی حفاظت و نگرانی اس کے مالک ہی کی آنکھ کر سکتی ہے۔

الاصل السادس:۔ اگر کسی چیز کی ضرورت نہ ہو تو اس کو نہ خریدو اگرچہ وہ سستی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جب تم کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو مفت بھی ملے تو گراں ہے۔

الاصل السابع:۔ اپنے مستقبل پر نظر رکھو (اور ایسا حساب رکھو کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو مالی پریشانی نہ ہو۔ ——— پس اگر ان اصول اقتصاد پر عمل پیرا ہوا جائے اور خرچ کرنے والے اور اہل حقوق بھی لوگ ان کی رعایت کریں اور افراط و تفریط سے بچیں اور اہل حقوق بے جا مطالبات سے احتراز کریں تو آج ہماری گھریلو زندگی سنور جائے، اور اطمینان و سکون میسر ہو جائے۔ (ماخوذ از مصلح الامۃ)

اعلان برائے داخلہ

جامعۃ الھدایۃ ——— رام گڑھ روڈ ——— جے پور (راجستھان)

جامعہ اعلیٰ دینی تعلیم اور ساتھ ہی تکنیکی تعلیم کیلئے ایک مخصوص ادارہ ہے اس میں مندرجہ ذیل درجات میں داخلے کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔

(ا) برائے سال اول۔ نصاب عالی:۔ یہ کورس ۵ سال کا ہے اور گریجویشن کے مساوی ہے اس میں داخلہ کے امیدواروں کیلئے ضروری ہے کہ انہوں نے کسی معروف دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہو اور ان کی عمر داخلہ کے وقت کم سے کم ۱۵ سال اور زائد سے زائد ۱۷ سال ہو، ان کا داخلہ مندرجہ ذیل کتب میں امتحان لیکر کیا جائے گا۔

(۱) فقہ میں نور الایضاح کی سطح تک (۲) ادب عربی میں القراۃ الراشدہ حصہ سوم کی سطح تک (۳) نحو میں ہدایۃ النحو کی سطح تک (۴) انگریزی میں درجہ نہم کی سطح تک۔

(ب) برائے سال دوم عالی:۔ اس میں مندرجہ ذیل کتب میں امتحان لیکر داخلہ منظور کیا جائیگا (۱) ادب عربی میں منثورات کی سطح تک (۲) فقہ میں قدوری کی سطح تک (۳) نحو میں قطر الندیٰ یا اسکے مساوی کتاب کی سطح تک (۴) انگریزی میں درجہ دہم کی سطح تک۔ بروقت داخلہ کم سے کم عمر ۱۶ سال اور زائد سے زائد ۱۸ سال ہونا چاہئے۔

(ج) برائے سال اول۔ اعدادیہ:۔ یہ کورس عصری تعلیم گاہوں سے آنے والے طلباء کو نصاب عالی میں داخلہ کا اہل بنانے کیلئے رکھا گیا ہے اس میں داخلہ کے امیدواروں کیلئے ضروری ہے کہ وہ (۱) کم از کم درجہ ہشتم پاس ہوں (۲) درجہ ہشتم تک اردو کی تعلیم حاصل کی ہو (۳) قرآن کریم کم از کم ناظرہ بصحت تلفظ پڑھا ہو (۴) اور بوقت داخلہ عمر کم از کم ۱۳ سال اور زائد سے زائد ۱۵ سال ہو۔ داخلہ امتحان لیکر دیا جائے گا۔

برائے درجہ حفظ و قرأت:۔ اس میں داخلہ کے امیدوار کو ضروری ہے کہ اس نے ناظرہ قرآن بصحت تلفظ پڑھا ہو۔ اور بوقت داخلہ عمر کم از کم ۸ سال اور زائد سے زائد ۱۵ سال ہو

آخری تاریخ:۔ درخواست وصولیابی کی آخری تاریخ ۱۰ شوال ۱۴۰۷ھ ۸ جون ۱۹۸۷ء ہے درخواست داخلہ جامعہ کے مقررہ فارم پر ہی قابل قبول ہوگی، درخواست داخلہ، نصاب تعلیم اور فیس کی تفصیل آٹھ روپے کا منی آرڈر یا کراس پوسٹل آرڈر بنام JAMEA HIDAYAT جامعہ ہدایت جے پور بھیجکر منگائی جا سکتی ہیں نیز مقامی طور پر دفتر جامعۃ الہدایۃ رام گڑھ روڈ جے پور سے صبح ۱۰ بجے تا شام ۳ بجے نقد پانچ روپیہ جمع کرا کر حاصل کی جا سکتی ہیں

طلباء کے لئے جامعہ میں قیام و طعام کا معقول انتظام ہے

مراسلت کا پتہ: جامعۃ الہدایۃ پوسٹ باکس جے پور 302001 (راجستھان)

JAMEA-TUL-HIDAYA, P. O. BOX No. 3, JAIPUR 302 001 (INDIA)

پاکستان میں تہذیب کو ایک نیا رخ دینے کی کوشش

سید محی الدین

پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء عرصہ ہوا کراچی سے شائع ہوئی تھی ۱۹۸۴ء میں اس کا پانچواں ایڈیشن طبع ہوا ہے، اس لئے اس کتاب پر اب کسی تبصرہ کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن ہمارے ایک بزرگ سیاستداں اور سابق وزیر جناب سید عبد السلام شاہ نے اس میں حضرت مجدد الف ثانی رح پر کئے گئے دو اعتراضات کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے وضاحت طلب کی ہے جن امور کی جانب توجہ دلائی گئی ہے وہ دوسروں کے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہیں۔

کتاب کے مصنف جناب سبط حسن ترقی پسندوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مارکسزم کو تاریخ کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلا اور بنیادی اصول گردانتا ہے اور اسی نظریئے سے انہوں نے برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کے ماضی کا جائزہ لیا ہے، اگر وہ کمیونسٹ نہ بھی ہوتے تو بھی نسلی اعتبار سے جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ حضرت امام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی، شاہ عبد العزیز اور اور مولانا عبد الشکور جیسے بزرگوں کی ہجو و تضحیک اور اسلامی افکار و اقدار کی بے قدری مسلمانوں کی تہذیبی تشکیل و ترقی کے لئے انتہائی ضروری خیال کرتا رہا ہے چنانچہ اس کتاب کے ہر صفحے پر اسلامی تعلیمات اور دین و شریعت کو مسخ کرنے کی سعی دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رح کو علم و حکمت کا دشمن قرار دیتے ہوئے مصنف نے کسی حوالہ کے بغیر مکتوبات امام ربانی سے کچھ اقتباسات پیش کئے ہیں، ان کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کی تحریر اور مصنف کا تبصرہ یہاں نقل کر دیا جائے تاکہ قارئین کو مصنف کے طرز فکر کا اندازہ ہو سکے۔

"شیخ مجدد الف ثانی کے غیظ و غضب کی تلوار علم و حکمت پر بھی چلتی تھی اور وہ علوم عقلیہ کو بھی مسلمانوں کے حق میں زہر قاتل خیال کرتے تھے چنانچہ حکماء اور فلاسفہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"یہ لوگ بہت ہی بے ضرر اور بیوقوف ہیں اور ان سے زیادہ کمینہ اور بیوقوف و احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقلمند جانتا ہے، علم طب و نجوم اور تہذیب الاخلاق جو ان کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہیں، گذشتہ انبیاء کی کتابوں سے چرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کو رائج کیا، حضرت عیسیٰ کی دعوت جب افلاطون کو جو ان بدبختوں کا رئیس ہے پہنچی تو اس نے کہا کہ ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔"

"وہ جن کو مجدد اسلام ہونے کا گھمنڈ تھا، ان کی میٹھی زبان اور علمی لیاقت آپ نے دیکھی، وہ حضرت عیسیٰ کو افلاطون کا پیشرو یا ہمعصر سمجھے بیٹھے تھے، حالانکہ افلاطون مسیح کی ولادت سے ساڑھے تین سو سال پہلے وفات پا چکا تھا۔"

"اور علم ہندسے کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے منظم اور مرتبہ علوم میں ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بیہودہ اور لاطائل ہے، بھلا مثلث کے تینوں زاویوں کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور افلاطون کے متعلق حضرت مجدد کے قول کو سمجھنے کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ صدیوں سے عالم اسلام بالخصوص ان ملکوں میں جو علمی، عقلی اور درسی طور پر ایران کے زیر اثر تھے، فلسفہ یونان سے ذہنی غلامی کی حد تک مرعوبیت کا دور دورہ تھا، دسویں صدی ہجری میں میر غیاث منصور کا ستارہ اقبال بلند ہوا جو حکیم و فلسفی ہے، ہندوستان تک ان کے تلامذہ پھیل گئے۔ انہیں کے ایک شاگرد امیر فتح اللہ شیرازی ہندوستان آئے، اکبر نے انہیں صدارت کا منصب دیا۔ انہوں نے ہندوستان کے نصاب درس اور طریق تعلیم پر عقلیت کی ایسی گہری چھاپ لگا دی جو تیرہویں صدی تک باقی رہی۔ اکبر کے زمانے میں ہی حکیم ابو الفتح گیلانی، حکیم ہمایوں (حکیم ہمام) اور نور الدین قراری گیلان سے آئے اور دربار میں رسوخ پیدا کیا۔ کچھ عرصہ بعد ملا یزدی ایران سے آئے، ان لوگوں نے علمائے ایران کی تصنیفات کو رائج کیا اور یہاں کے نصاب و طریقہ درس پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ معقولات اور علوم حکمت کو ہندوستان میں کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی، علمی و تعلیمی حلقہ میں علوم عقلیہ ذہانت و ادبیت بلکہ دینی علوم میں بھی فضیلت کا معیار سمجھی جانے لگیں۔ پورا ہندوستان فلسفہ یونان کے مسائل اور مباحث سے گونجنے لگا جو شخص فلسفہ کے اصطلاحات اور اس کے مختلف فیہ مسائل سے واقف نہ ہوتا وہ پڑھا لکھا انسان بھی سمجھا نہ جاتا۔ حضرت مجدد کے دور میں عملی، فکری و دینی حلقے استدلال و قیاس کے اس قدر

دین کا کوئی عقیدہ اس وقت تک قابل قبول نہ سمجھا جاتا جب تک اس کو عقلی دلائل، منطقی ترتیب اور فلسفیانہ مقدمات سے ثابت نہ کر دیا جائے۔ حکمائے یونان کے فرمودات کو وحی الٰہی کا درجہ دیا جانے لگا۔ حضرت مجدد کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے علم و کشف دونوں کو "عینیات" ماوراء عقل علوم، ذات و صفات باری تعالیٰ کی صحیح معرفت، لاریبی علم اور قطعی الثبوت حقائق کے یقینی ادراک سے عاجز و قاصر ثابت کیا اور بتلایا کہ فلسفہ اور علوم عقلیہ سے حاصل شدہ نتائج شک و ریب اور خطا لغزش اور غلط فہمی سے مبرا نہیں ہیں، انہوں نے مشہور فلسفی امینول کانٹ (IMMANUEL KANT) سے تقریباً دو سو سال پہلے یہ اعلان کیا کہ عقل کا خالص اور بے آمیز ہونا ممکن نہیں کیونکہ وہ بھی داخلی عقائد و مسلمات اور خارجی عوامل و اثرات سے متاثر ہوتی ہے اور اس کے بہت سے نتائج اور فیصلے ان خارجی رنگوں سے رنگین اور مخروج ہو کر سامنے آتے ہیں جو اس کے اندرون اور بیرون میں پائے جاتے ہیں، انہوں نے ثابت کیا کہ عقل حجت ہونے میں ناقص ہے اور حجت کامل انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہے اور بعثت کے بغیر حقیقی علم ممکن نہیں حضرت مجدد مکتوبات ربانی کے دفتر سوم میں مکتوب نمبر ۲۲ میں جو خواجہ ابراہیم قبادیانی کو لکھا گیا ہے، انہیں امور پر روشنی ڈالتے ہیں انہوں نے اس زمانے کے ایک محاورے کو کہ افلاطون نے حضرت عیسیٰ کا پیغام ٹھکرا دیا اسی طرح نقل کر دیا ہے، اولاً کسی ضرب المثل کو نقل کرتے وقت یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی تاریخی حیثیت کی جانچ و پرکھ کی جائے لیکن ایسا ضروری بھی مان لیا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ تاریخ عالم کا جو علم آج ہمیں حاصل ہے وہ چار سو سال پہلے بھی اتنا ہی عام تھا۔ مذکورہ خط کے مضمون اور مباحث کو دیکھتے ہوئے اہم بات یہ ہے کہ حکماء و فلاسفہ نے ہر دور میں انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کو قابل اعتناء نہیں سمجھا ہے، اور یہ بات آج بھی اتنی ہی سچ ہے جتنی حضرت مجدد کے یا کسی اور زمانے میں۔ سبط حسن کو اگر کوئی اعتراض تھا تو انہیں حضرت مجدد کے اس فکری بنیاد پر تنقید کرنا چاہئے تھی کردار کشی کے اوچھے ہتھیار سے صرف وہی کام لیتے ہیں جو کسی اعلیٰ فکر کے مقابلہ کی اہلیت نہیں رکھتے۔

سبط حسن کا دوسرا اعتراض علوم عقلیہ بالخصوص علم ہندسہ کی ناقدری سے متعلق ہے یہ بات قابل افسوس ہے کہ سبط حسن نے اس باب میں حضرت مجدد کی تحریر نقل کرتے ہیں دیانت سے کام نہیں لیا ہے۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ:۔

"حجۃ الاسلام امام غزالی نے اپنے رسالہ

علم طب و علم نجوم گذشتہ انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام سے سرقہ کیا، ادویہ کے خواص کے بارے میں بھی جن میں ان کی عقل عاجز تھی انہوں نے انبیاء علیہ السلام والتسلیمات سے فائدہ اٹھایا اور علم تہذیب الاخلاق کو صوفیہ کرام کی کتابوں سے جو ہر زمانہ اور ہر امت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، اپنے عقائد باطلہ کی اشاعت کے لئے لے لیا۔ پس ان تینوں علوم کے ذریعہ جو سرقہ سے حاصل کئے گئے تھے، انہوں نے ذات و صفات الٰہی کے علم اور ایمان باللہ اور ایمان آخرت میں نصوص قرآن سے اختلاف پیدا کر دیا، انہیں علوم میں علم ہندسہ بھی ہے۔ اگر کوئی ان علوم میں اختصاص رکھتا ہے اور اس نے انہیں منظم و مرتب کیا ہے تو وہ اس کے کس کام آئے گا اور آخرت کے عذاب اور وبال کو کس طرح دور کر سکے گا۔"

دیکھا آپ نے علوم عقلیہ اور علم ہندسہ کی الٰہیات، ایمان باللہ اور ایمان آخرت کے باب میں بے بضاعتی کو سبط حسن نے حضرت مجدد کی عبارت میں رد و بدل کر کے کہاں سے کہاں پہونچا دیا، رہا یہ امر کہ امام غزالی حکمائے یونان کو انبیاء علیہم السلام کا خوشہ چیں قرار دیتے ہیں تو یہ امر تحقیق کا موضوع تو ہو سکتا ہے۔ لیکن سبط حسن نے اسے حضرت مجدد کے "ذہنی رجحان اخلاقی پستی اور تنگ نظری" کے ثبوت میں پیش کر کے اپنی علمی بددیانتی کا مظاہر ضرور کیا ہے۔

فلاسفہ یونان جن کی علمی و عقلی کاوشیں موجودہ تہذیب اور مادیت پرستی کی بنیاد ہیں، انہیں امام غزالی اور حضرت مجدد کے خاطر میں نہ لانے سے یقیناً مصنف کے جذبات کو ٹھیس لگی ہوگی۔ لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان فلاسفہ نے جو عقلی موشگافیاں کیں ہیں اور تخیلات و مفروضات کے جو محل تعمیر کئے ہیں، ان کی تہ میں خود ان کے مابعد الطبیعاتی عقائد (METHOLOGICAL BELIEFS) موجود ہیں، جن کی تفصیلات امام غزالی اور امام ابن تیمیہ کی تصنیفات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ "عقل اول" کی اصطلاح سے اکثر لوگ واقف ہوں گے لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ان فلاسفہ نے اس کی تعظیم میں غلو کر کے اسے اس حد تک پہونچا دیا کہ خالق حقیقی کو اس مردہ اور بے جان شئی کی طرح بنا دیا، جس کو کچھ خبر نہیں کہ عالم میں کیا ہو رہا ہے، انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عقل اول کا نسب نامہ تک تیار کر دیا۔ اگر حضرت مجدد ان حکمائے یونان کی تنقید کرتے ہیں تو ہمارے وسیع النظر، روشن خیال اور ترقی پسند مصنفین اسے تنگ نظری اور جہالت قرار دیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان اپنے بنیادی ذہنی رجحان کے اعتبار سے بالکل ویسا ہی ہے جیسا

بقیہ صفحہ پر

"الجزیۃ فی الاسلام، کتب خانہ اسکندریہ اور مولانا حکیم سید عبدالحی کی "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند اور نزہۃ الخواطر" بے مثال کتابیں ہیں۔

لیکن میں آپ سے معذرت کرتے ہوئے یہ کہوں گا اور یہ ایک دوستانہ شکایت کر رہا ہوں کہ ہماری جامعات میں اور بخیل وقیع مستحکم اور وسیع علمی کام نہیں ہوا جو ہونا چاہئے تھا اور جن کی توقع کی گئی تھی جہاں تک انگریزی زبان کا تعلق ہے سید امیر علی کی "اسپرٹ آف اسلام" کے بعد اس وقت تک کوئی طاقت ور کتاب اسلام کے تعارف میں نہیں لکھی گئی۔

اسی طرح ہماری یونیورسٹیاں آج بھی براؤن کی "لیٹریری ہسٹری آف پرشیا اور نکلسن کی کتاب "ہسٹری آف دی عرب" پڑھانے پر مجبور ہیں اور آپ ہٹی کی کتاب سے آج تک مدد لے رہے ہیں اور آپ نے ابھی تک کوئی کتاب نہیں پیش کی جو ان کتابوں کی قائم مقام ہو جس کو یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھایا جائے یا اصول فقہ یا تدوین فقہ اسلامی پر کوئی کتاب شاخت اور گولڈ ڈیہر وغیرہ کی گمراہ کن کتابوں کا بدل بن سکیں یہ بات بہت قابل توجہ ہے اور واقعہ ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنے ایک تاریخی مطالعے اور علمی ذوق کی بنا پر کہتا ہوں اور میں اپنے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اس عرصہ میں میں صرف تین چار کتابوں سے متاثر ہوا ہوں جو اس طبقہ کے قلم سے لکھی گئی ہیں اور ان میں ایک تو باوجود بعض ایسے مقامات کے جن پر تنقید کی جانی چاہئے یا کی گئی ہے علامہ اقبال کے خطبات "ریکاسٹرکشن آف ریلیجس تھاٹ آف اسلام" دوسری کتاب ڈاکٹر سید رفیع الدین کی قرآن اور علم جدید اور تیسری کتاب علامہ محمد اسد کی "اسلام ایٹ دی کراس روڈ" اور "روڈ ٹو مکہ" اس کے علاوہ تھوڑا بہت اگر میں متاثر ہوا ہوں تو سید قطب کے "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام" سے۔

یہ ایک بہت بڑا خلا ہے جس کو پر ہونا چاہئے اور اس بات کی طرف توجہ دلانے کا بہترین موقع ہے۔ رابطہ الادب الاسلامی کا یہ اجلاس کہ اس میں ہماری جامعات کے اساتذہ آتے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے فضلا کو علمی و فکری قیادت کی ذمہ داری کو بھی قبول کرنی چاہئے اور ادبی و فنی بھی اگر یہ ذمہ داری نہ سنبھالی تو ہم اپنی ملت کو بھی نقصان پہونچائیں گے اور عالم انسانیت کو بھی

..... میاور کیجئے کوئی ملت اس وقت تک اعزاز و احترام کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ علمی و فکری اور ادبی و فنی طور پر خود کفیل نہ ہو۔ بلکہ دوسروں کے دل و دماغ پر اثر ڈالنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو۔ آج کا جو معمار حرم ہوگا اس وقت جو جاہلیت علیہ سے اس پوری نسل انسانی کو، تمدن انسانی کو نکالنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ اس کو علم سے ادب سے اور قلم کی طاقت سے مسلح ہونا پڑے گا۔ اس امت کا رشتہ قلم سے باندھ دیا گیا ہے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی، نبی امی پر نازل ہوئی تھی۔ اور بلاد امیہ میں نازل ہوئی تھی امت امیہ میں نازل ہوئی تھی اور اس قوم پر نازل ہوئی تھی جس کا قومی لقب امی ہی تھا۔ لیس علینا فی الامیین سبیل" اس امی پر جو پہلی وحی نازل ہوتی ہے پہلا لفظ جو نازل ہوا "اقرأ" کا لفظ تھا۔ ایک موقع پر میں نے یہ کہا کہ اگر بڑے بڑے ذہین لوگوں سے یہ پوچھا جائے جو قرآن مجید سے واقف نہ ہوں کہ آپ یہ بتائیے کہ ایک خدا کا ایک پیغمبر پیدا ہونے والا ہے، پانچسو برس کے بعد آسمان کا وحی کے ذریعہ زمین سے اتصال قائم ہونے جا رہا ہے اور نسل انسانی کو ایک نیا پیغام ملنے والا ہے اس پیغمبر کو مخاطب کرنے کے لئے پہلا لفظ کیا ہو سکتا ہے تو بڑے سے بڑا ذہین آدمی یہ کہتا اعبد ربک یا توحید کا لفظ آئے گا یا سجدہ کرنے کا حکم آئے گا یا انصاف کرنے کا حکم آئے گا یا خدا سے ڈرنے کا لفظ آئے گا لیکن نبی امی پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ اقراء سے شروع ہوتی ہے۔ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کا رشتہ اور اس کی قسمت قلم سے وابستہ کر دی گئی ہے اس امت کو جہاں رہنا ہے اور جب تک بھی اس دنیا میں رہنا ہے قلم کو ہاتھ سے رکھنا نہیں ہے الذی علم بالقلم کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کو یاد رکھنا چاہئے کہ قلم کی رفاقت ضروری ہے۔ قلم سے کام لینا ہے اس کا دور علم کا دور ہے تعلیم کا دور ہے، تصنیف و تاریخ کا دور ہے، تحقیق اور احتساب کا دور ہے اس لئے نبی امی کی یہ امت کبھی امی نہیں بن سکتی اور جیسے اس کو فخر ہے ایسے نبی امی کی امت ہونے پر جو معلم الامم تھے اس امی کی یہ امت بھی معلم الامم ہے، دانشوروں کی معلم ہے فلسفیوں کی معلم ہے، مدارس اور دانشگاہوں کی معلم ہے، اور ادب اور ادبی رجحانات اور ادبی افکار کی معلم ہے۔ اور پورے عالم کی ذہنی و فکری قیادت کی ذمہ دار ہے۔

دعاء مغفرت

بہار کے پرانے ندوی مولانا محمد طاہر ایک طویل علالت کے بعد ۴ اپریل ۱۹۸۷ء کو انتقال ہو گیا "انا للہ و انا الیہ راجعون" محمد طاہر صاحب مرحوم دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ۵۶ء میں فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے ہی علاقہ ضلع پورنیہ میں دینی خدمت انجام دینے لگے، کچھ عرصہ سنسری نیپال میں بھی درس و تدریس کے ذریعہ علوم دینیہ کی خدمت کرتے رہے، ۶۲ء میں مدرسہ فیض العلوم منجھیلی ضلع پورنیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے آخیر وقت تک رہے اور اپنی خدمات سے مدرسہ کو کافی ترقی دی، ان کی کاوش اور جد و جہد سے اس علاقہ کے لوگوں کو بہت دینی اور علمی فائدہ ہوا۔

انہوں نے ایک بڑی تعداد اپنے شاگردوں کی تیار کی جو دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف علاقوں کو دین کی روشنی سے منور کر رہے ہیں۔

مولانا مرحوم ایک نیک خلیق اور منکسر المزاج انسان تھے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے، ندوی برادری اور قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

AL, LUGHATUL ARABIAH
WA
DUROOSOHA-AL-SAHLA

اللغۃ العربیۃ و دروسہا السہلۃ

یہ کتاب خاص طور پر عربی پڑھنے کے خواہشمند تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے اس کے مرتب پروفیسر سید ابوبکر حسنی سابق پروفیسر نہرو یونیورسٹی دہلی نے اپنے چالیس سالہ تجربہ کے بعد مرتب فرمایا ہے۔

ان کو اپنے تعلیمی مشغلہ کے دوران انگریزی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو مختصر مدت میں عربی پڑھانے کا موقع ملا جس کو انھوں نے بہت مفید ڈھنگ سے انجام دیا۔ انھوں نے اس سلسلہ میں جس ڈھنگ پر اسباق اور مشقوں کا نظم رکھا تھا اس کو مرتب کر کے اب ایک مختصر مطبوعہ کتاب میں طبع کرا لیا ہے۔ اردو داں حضرات بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کتاب انگریزی تا عربی کے اصول سے مرتب ہوئی ہے۔ ترتیب سادہ اور سہل اور طباعت دیدہ زیب ہے۔

قیمت پانچ روپئے محصولڈاک علیحدہ۔

ملنے کے پتے

دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی

مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

مکتبہ اسلام گوئن روڈ۔ لکھنؤ

اعلان

ہوش ربا گرانی اور پوسٹنگ فیس اچانک تین گنا ہو جانے کی وجہ سے ہم نے تعمیر حیات کے چندہ میں اضافہ کے بارے میں رائے لی تھی۔ ہمارے قارئین نے بڑے حوصلہ اور دینی جذبہ کے ساتھ اس کو قبول کیا۔ لہٰذا تعمیر حیات کا سالانہ چندہ ۳۵ روپئے ماہ اپریل ۸۷ء سے کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے معاونین اپنا زر تعاون بھیجتے وقت مذکورہ اضافہ کو مدنظر رکھیں گے۔ فی شمارہ کی قیمت بدستور ۱/۵۰ رہے گی۔

(ادارہ)

اہل خیر حضرات سے.....

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دارالعلوم ندوۃ العلماء محتاج تعارف نہیں ہے، اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ ترانوے سال ہو گئے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس اثنا میں اس نے گراں قدر علمی اور دینی خدمات انجام دی ہیں عرصہ دراز سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی توجہ اور سرپرستی حاصل ہے جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی مرکز بن گیا ہے اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور دینی زندگی کے لئے اس کے طلبہ، اساتذہ اور کارکنان حسب توفیق کوشاں ہیں۔

اس وقت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ ملیشیا، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ، ترینداد، یوگنڈا، اور دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں مختلف ملکوں سے برابر داخلے کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، اللہ کے فضل سے عرب ممالک میں ندوۃ العلماء کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہاں کے طلباء میں اس کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کی خواہش روز افزوں ہے، ان اسباب کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں ہر سال غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے نئی اقامت گاہوں کی ضرورت پیش آ رہی ہے، اس کے علاوہ دارالعلوم کے مختلف شعبوں مثلاً دفاتر، اور مزید رہائشی سہولت کے لئے علیحدہ مستقل عمارتیں درکار ہیں،

رواق نعمانی کے مشرقی بازو کی تکمیل کے باوجود طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے ان کے قیام کے نظم میں دشواری سامنے آتی رہتی ہے خاص طور سے بیرونی طلبہ کے قیام کا کوئی مستقل نظم نہیں ہے، سرپرستوں کے قیام کی سہولت بھی موجودہ اقامت گاہوں کی تنگی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو سکی ہے اس لئے مزید اقامت گاہوں کی تعمیر کی ضرورت باقی ہے۔

حضرات اساتذہ کرام کے لئے متعدد رہائشی مکانات کی تعمیر کے باوجود ضرورت باقی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے مزید رہائشی مکانات تعمیر کرنا ہوں گے۔

پریس اور دفاتر کی عمارت:- پریس اور مختلف دفاتر کے لئے علیحدہ ایک عمارت بھی عرصہ سے زیر تجویز رہی ہے تاکہ دارالعلوم کی عمارت صرف تعلیمی اغراض ہی میں استعمال ہو، سارے درجات اسی میں رہیں، جگہ کی تنگی کی وجہ سے جو انتشار کبھی کبھی ہو جاتا ہے وہ ختم ہو جائے، چنانچہ اس عمارت کا نقشہ بھی منظور ہو گیا ہے اور اس عمارت کی تعمیر بھی ہونا ہے۔

مجوزہ نقشہ دفاتر ندوۃ العلماء (لکھنؤ)

معہد القرآن الکریم:- مذکور عمارت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے اس میں درجہ حفظ کے طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ان کے قیام کا بھی نظم ہے، نیز اس میں مطبخ اور دارالطعام کی بھی سہولت ہے یہ عمارت ۶۰ کمروں اور اور تین وسیع ہالوں پر مشتمل ہے یہ ہال طلبہ درجہ حفظ کی اجتماعی اور تعلیمی ضروریات میں استعمال میں آتے ہیں فی الحال اس کی پہلی منزل رہائش کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ اگلے تعلیمی سال سے یہ عمارت طلبہ درجہ حفظ کے تعلیم و قیام گاہ کے استعمال میں آ جائے گی۔

معہد دارالعلوم:- دارالعلوم اور خاص طور پر معہد دارالعلوم میں باوجود وسعت کے تنگی محسوس ہونے لگی ہے، امسال کثیر طلبہ کو واپس کیا گیا ہے، اسی طرح دارالعلوم میں بھی بہت سے داخلے محض انہی مجبوریوں کی بنا پر نہیں کئے جا سکے یہ صورت حال ذمہ داران دارالعلوم کے لئے باعث فکر ہے اور محض جگہ کی تنگی کی وجہ سے شائقین علم دین کو واپس کرنا نیز مقیم طلبہ کی بڑھتی ہوئی دشواریاں اور ضرورتیں ان کی فکر و بے چینی میں مزید اضافہ کا باعث ہیں، علاوہ ازیں عمارتوں اور ضروری تعلیمی سامان کی کمی کی وجہ سے بہت سے مفید علمی و دینی منصوبے پوری توجہ و یکسوئی کے محتاج رہتے ہیں۔

جدید اعداد و شمار:- سال رواں حفظ، ابتدائی، ثانوی دراسات علیا اور مقامی مکاتب میں زیر تعلیم طلبہ کی ـــــ مجموعی تعداد ۳۹۰/- ہے

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس اہم ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون فرمائیں کہ ہندوستان میں علوم دینیہ کے مراکز کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں۔

(مولانا) معین اللہ ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء)

(مولانا) محب اللہ لاری ندوی
(مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

(جناب) ہدایت حسین
(معتمد مال ندوۃ العلماء)

نوٹ:- چک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں۔ مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضروری ہے ـــــ چک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے:-
ناظم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ ـ ندوہ ـ لکھنؤ
NAZIM NADWATUL ULAMA Po. BOX. No. 93, NADWA. L.K.O

شب قدر اور اعتکاف

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔

ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا اور تم کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے لیلۃ القدر تو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ شب قدر کی شان تو یہ ہے کہ اس میں فرشتے اور جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے خیر اور بھلائی کو لے کر یہ شب سراپا سلامتی ہے اور یہ سلسلہ طلوع فجر تک برقرار رہتا ہے شب قدر کی عظمت قرآن و حدیث سے ثابت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان لھذا الشھر قد حضرکم وفیہا لیلۃ خیر من الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلہ ولا یحرم خیرھا الا محروم:-

یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا ہے اس میں ایک رات ایسے جو ہزار مہینے سے افضل ہے جو اس رات کی برکت سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس کی بھلائیوں سے سوائے محروم القسمت کے کوئی محروم نہیں ہوتا، اللہ کے محبوب صادق و مصدوق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس مہینہ میں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور شیطان بند کر دیئے جاتے ہیں گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، رمضان المبارک کی فضیلت کا حال یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کو رمضان المبارک کے مہینہ میں پانچ چیزوں سے نوازا گیا ہے جو کسی اور نبی کو نہیں ملیں۔

(۱) ماہ رمضان کی اول رات میں اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف التفات فرماتے ہیں اور اللہ جس پر التفات فرما دیں پھر اس کو کبھی بھی عذاب نہیں دیں گے۔

(۲) روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔

(۳) ملائکہ ان کے لئے رات و دن استغفار کرتے ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ جنت کو حکم دیتا ہے کہ تیار ہو جا اور آراستہ و مزین ہو جا تو میرے بندوں کے لئے وہ وقت بہت قریب ہے کہ دنیا کی تھکان سے آرام پانے کے لئے بندے میرے گھر اور میرے فضل و کرم کی طرف آئیں گے۔

(۵) رمضان کی آخری شب میں ہر ایک کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (رواہ البیہقی عن جابر عن عائشۃ قالت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ:۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دیدی، آپ کے بعد امہات المؤمنین نے اعتکاف فرمایا۔

شب قدر اور اعتکاف کی وجہ سے ماہ رمضان المبارک کا استقبال جیسے خدا صلی اللہ علیہ وسلم والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

یا ایھا الناس قد اقلکم شھر عظیم، شھر مبارک، شھر فیہ لیلۃ القدر خیر من الف من شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلہ تطوعا۔ الخ۔ (رواہ البیہقی عن سلمان الفارسی)

لوگو عظمت و برکت کا مہینہ تمہارے بالکل قریب آگیا ہے یہ روح مبارک ہے جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینہ سے افضل ہے، اللہ نے اس ماہ میں روزہ تم پر فرض کیا ہے، اس کی رات کی عبادت تطوعاً حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی العشر الاواخر مالا یجتہد فی غیرہ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ دوسرے ایام میں ویسا اہتمام آپ کو دیکھنے میں نہیں آیا، نیز فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام عظیم اور شب قدر کی فضیلت و برکت کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں جیسے شب قدر نصیب ہو جائے تو میں کیا کروں، فرمایا کہو:-

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ (ترمذی و احمد و ابن ماجہ)

اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے پس مجھے بخش دے، مغفرت سے بڑھ کر اور کیا طلب کیا جا سکتا ہے اگر بخشش ہو گئی تو دونوں جہاں کا سرمایہ لگ جائے گا۔

ماہ رمضان میں اعتکاف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تا حیات معمول رہا ہے، سوائے زندگی مبارک کے آخری رمضان کے، آپ نے ہر سال پابندی سے عشرہ اخیر کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اخیر عشرہ میں تو آپ کی اطاعت و عبادت کا حال کچھ اور ہی ہوتا تھا خود بھی جاگا کرتے تھے اہل خانہ کو بھی جگانے کی تلقین فرمایا کرتے تھے تاکہ رحمت و مغفرت کے اس مہینہ میں کوئی محروم نہ رہ جائے، اعتکاف بدن کے عمل متواتر کی وجہ سے اعتکاف امت مسلمہ پر فرض کفایہ قرار دے دیا گیا جس کی عدم ادائیگی پوری بستی یا پورے شہر کے لئے باعث عذاب بن سکتی ہے اور کسی ایک فرد کے ادا کرنے سے تمام افراد کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا۔

سحری

عن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحور (رواہ مسلم)

ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے کے مابین فرق کرنے والی چیز سحری کھانا ہے، سحری سحر کی جانب منسوب ہے یعنی صبح صادق سے قبل کچھ کھانے پینے کو سحری کہا جاتا ہے۔ سحری کی فضیلت بڑے اہتمام سے بیان فرمائی گئی ہے، مندرجہ حدیث میں تو اس کو امت اسلامیہ اور یہود و نصاریٰ کے روزوں میں امتیاز پیدا کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے چونکہ اسلام خود مکمل و اکمل شریعت ہے لہٰذا متابعت سے بے نیاز ضروری قرار دیا گیا ہے کیونکہ کسی کی اقتداء وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس اپنا کچھ نہیں ہوتا یا ہوتا بھی ہے تو ناقص و ناتمام اور اسلام تو مکمل ترین اور جامع ترین دین ہے لہٰذا تشبہ سے ممانعت عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

سحری کو موخر کرنا عند اللہ محبوب اور باعث برکت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے فرمایا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تسحروا فان فی السحور برکۃ" (متفق علیہ) سحری کھایا کرو اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تک میری امت افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتی رہے گی وہ بھلائی پر برقرار رہے گی (رواہ احمد)

افطار

افطار میں تعجیل سے متعلق حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا محبوب ترین بندہ وہ ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے (رواہ ترمذی) رسول عربی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ" روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی تو افطار کے وقت دوسری اس وقت نصیب ہوگی جب اپنے پروردگار کے دربار میں حاضر ہوگا افطار کی خوشی تو اس لئے کہ بندہ نے اپنے رب کی غذا کے حصول اور اس کے حکم کی فرمانبرداری میں اپنے کو بھوکا پیاسا رکھا اور جب شام کو اپنے مولیٰ کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے پھر خدا کے حضور حاضر ہوگا اس کے لطف و کرم

بقیہ: پاکستان میں تہذیب .....

اب سے ایک ہزار سال یا اس سے پہلے تھا فرق صرف اس قدر ہے کہ اس نے آج اپنے ذہنی سفیں سقراط و افلاطون کے ساتھ مارکس اور ہیگل جیسے چند اور ناموں کا اضافہ کر لیا ہے، امام غزالی کی تحریر ان پر آج بھی صادق آتی ہے جتنی ایک ہزار سال پہلے تھی،

"چاہے زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن کو یہ زعم ہے کہ ان کا دل و دماغ عام آدمیوں سے ممتاز ہے یہ لوگ مذہبی احکام و قیود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے سقراط، بقراط، افلاطون و ارسطو کے پر ہیبت نام سنے اور ان کی شان میں مقلدوں کی مبالغہ آرائیاں اور قصیدہ خوانی سنی، ان کو معلوم ہوا کہ ریاضیات، منطقیات، طبیعیات، والٰہیات میں انہوں نے بڑی موشگافیاں کی ہیں اور ان کا عقل و ذہن میں کوئی ہمسر نہ تھا، اس خالی دماغی اور ذہانت کے ساتھ وہ مذاہب اور ان کی تفصیلات کے منکر تھے اور ان کے نزدیک ان کے اصول و قواعد فرضی اور مصنوعی ہیں، بس انہوں نے بھی تقلیداً انکار مذہب کو اپنا شعار بنا لیا اور تعلیم یافتہ اور روشن خیال کہلانے کے شوق میں مذہب کا انکار کرنے لگے، اگر ان کی سطح عوام سے بلند سمجھی جائے اور وہ بھی عقلاء و حکماء کے زمرہ میں شمار ہونے لگیں۔"

تعمیر حیات لکھنؤ

قرآن حکیم میں ولی کے غیر مسلم پبلشر کی جانب سے

شرمناک تحریف کی سازش

محمود الازہار ندوی

قرآن حکیم میں تحریف کی سازش سے بے نقاب، کتب خانہ اشاعت الاسلام رجسٹرڈ کا غیر مسلم پبلشر قانون کے شکنجے میں کے جلی عنوان سے دہلی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "اخبار نو" نے ۱۲-۶ مارچ کے شمارہ میں یہ خبر شائع کرتے ہوئے محرف شدہ الدعاء الکبیر کے نمونے شائع کئے ہیں جس سے مخدوشہ اندازہ ہوتا ہے عربی رسم الخط میں اشلوک تحریر کر دیئے گئے ہیں تاکہ مسلمان گمراہ ہوں۔

کتب خانہ اشاعت الاسلام کا پبلشر غیر مسلم ہے اس کے مالکان سنت سنگھ، فتح سنگھ ہیں ان کے دو دفاتر کشتی سجدیوار دہلی میں ہیں اور قرآن کریم و دیگر اسلامی دینی کتابوں کو عرب ممالک وافریقہ ایکسپورٹ کرتے ہیں اول الذکر رڈ کا سنتی سجدیو عربی بھی ہوتا ہے۔ اس ادارہ کے شائع کردہ قرآن مجید اور دینی کتابوں پر متعدد بار قانونی گرفت کی جا چکی ہے اور یہ اسرائیل کی طرح ہر بار ایک نئی تحریف کے ساتھ سامنے آتا ہے اسرائیل اپنی محرف مطبوعات اور رجالوں کے ذریعہ محرف شدہ قرآن اسلامی ممالک میں پھیلانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اخبار اس ادارہ کے متعلق تفصیلات بتاتے ہوئے لکھتا ہے۔

کتب خانہ اشاعت الاسلام (رجسٹرڈ) چوڑی والان دہلی ۶ اسلامی نام کا یہ ادارہ قرآن شریف اور دوسری اسلامی مذہبی کتابوں کا کاروبار کرتا ہے اس کے طبع شدہ قرآن شریف، سپارے و دیگر مذہبی کتابیں عرب ممالک میں بھی ایکسپورٹ کی جاتی ہے اس کے مالک سنت سنگھ، فتح سنگھ اینڈ سنز ہیں۔

اس کتب خانے چند سال قبل حضرت آدم و حضرت حوا، حضرت اسماعیل اور حضرت جبرئیل کی تصاویر شائع کی تھیں اور باہر بھیجی تھیں جس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا تھا اور اس کتب خانہ کے مالک نے معتبر قرآن حضرت مولانا یوسف دہلوی سے تحریر بطور پر معافی مانگی تھی اور ان کی مداخلت سے ہی یہ معاملہ رفع دفعہ ہوا تھا یہ سمائی نام آج بھی موجود ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ اسی ادارے نے حضور کی تصویر چھاپ کر قرآن شریف میں لگا کر افریقہ کے ممالک میں بھیجا تھا جہاں اس پر گرفت کی گئی تھی اور قرآن کے سارے نسخے واپس بھیج دیئے گئے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ اسی ادارے کے تحت چھپنے والے قرآن کے فرموں کی تھیلیاں پکڑی گئی تھیں جس پر انھیں معافی مانگنی پڑی تھی۔

ابھی حال ہی اس ادارے سے مجموعہ وظائف مترجم (بنج سورہ) کی طرز پر سورہ مترجم مع مکمل اوراد جنت اہل بہشت کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ جو قرآن مجید کی آیات و کلمات پر مشتمل بتائی جاتی ہے اس میں پہلی "دعا الدعاء الکبیر" کے نام سے ہے اس دعا میں ابتدائی چند کلمات کے سوا باقی تمام الفاظ اور کلمات قرآنی آیات اور عربی زبان نہیں بلکہ کسی اور زبان (غالباً سنسکرت) کے الفاظ ہیں جو کسی اشلوک، یا ہندو مذہب کی کسی کتاب "وید" وغیرہ سے لئے گئے ہیں۔ سنسکرت کے ان الفاظ میں ہندوؤں کے مقدس الفاظ "اوم" نمو شنکھ براسن وغیرہ صاف سمجھ میں آتے ہیں لیکن دوسرے تمام الفاظ بھی عربی نہیں اور غالباً سنسکرت کے اشلوکوں سے لئے گئے ہیں۔ ان کا رسم الخط چونکہ عربی ہے اس لئے بھولے بھالے اور کم پڑھے لکھے مسلمان بڑی آسانی کے ساتھ اس سے دھوکہ کھا سکتے ہیں اور اس طرح کسی دردیا وظیفہ کی برکت حاصل کرنے کے بجائے گناہ کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔

اس سنسنی خیز اور مسلمانوں کو اپنے دین سے منحرف کرنے کی منظم سازش کا علم جب مسلمانوں کو ہوا تو انھوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور ان کو کی کوششوں سے کتب خانہ

اشاعت الاسلام کے مالک پر ۸ فروری کو پولیس کارروائی کی گئی اور ان کی گرفتاری عمل میں آئی۔

اخبار نو مزید لکھتا ہے کہ سورہ الدعاء الکبیر کو علماء دین کو دکھایا گیا اور اس بارے میں ان سے شرعی حکم حاصل کرنے کے لئے استفتا کیا جس کے جواب میں علماء دین متفقہ طور پر فتویٰ جاری کیا ہے کہ ان دعاؤں کو پڑھنا حرام اور موجب گناہ ہے۔ ۔ ۔

ایڈیٹر تعمیر حیات کے نام
ایک ہندو بھائی کا خط

مکرمی ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ تعمیر حیات لکھنؤ

آداب عرض تسلیم

مورخہ ۲۵ مارچ ۸۷ء کے شمارے میں مولانا ابو الحسن ندوی صاحب کی پونہ کی تقریر شائع ہوئی ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کے نہایت مشکور ہیں۔ آج ملک کی جو حالت ہوئی ہے۔ کوئی حل نظر نہیں آتا۔ ہر فرقہ اور ہر سیاسی پارٹی اس ملک کو لگانے میں اپنی طاقت صرف کر رہی ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا تھا۔

برباد کر دو ملک کو، مگر اس کے چمن کو،
باقی نہ رہے بات آب شاخ بھی تو ہو

اس خبر کو پڑھ کر بیحد خوشی ہوئی کہ مولانا ندوی کے ڈائلاگ میں مقامی آر۔ ایس۔ ایس کے کارکن بھی شریک تھے۔ نیز پونہ کی تقریب میں بھی آر۔ ایس۔ ایس۔ اور دیگر تمام اداروں کے نمائندے حاضر تھے۔ یہ نہایت تسلی بخش ماحول پیدا ہو رہا ہے۔ اگر آئندہ بھی وقتاً فوقتاً اسی طرح کی گفت و شنید ہوتی رہی تو ملک کی بگڑی ہوئی ہوا اور بدنظامی کا حل ضرور کوئی نہ کوئی نکل سکتا ہے۔ مولانا کے قومی خیالات کے کافی متاثر ہوا۔ ان کی تقریر پڑھ کر دل میں امید کی نئی کرن پیدا ہو گئی۔ امید ہے کہ اگر اسی طرح اتحاد سے کام لیا جائے تو نہایت آسانی سے رام جنم بھومی کے بارے میں بھی کچھ حل ضرور نکلے گا۔ اس نئی تحریک کو دیکھ کر نئی امید پیدا ہو گئی ہے۔

یہاں ادیبانوں میں اس قسم کے جلسے اور تقاریب کبھی منعقد نہیں ہوتے اور نہ ہی دانشوروں کے تقاریر سننے کو ملتی ہیں۔

تقریر شائع کر کے آپ نے بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔

فقط

مخلص

دامن راؤ جاگیردار

۳۱ر مارچ ۱۹۸۷ء

V.R. JAGEERDAR

POST: SONPETH 431516

DT: PAREHANI

(MAHARASHTRA)

چند بہترین دینی کتابیں

تالیف: قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ

● قاموس القرآن: تمام الفاظ قرآن کے معانی اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح ہر لفظ کے الفاظ مستند مفسرین و محدثین کے اقوال کی روشنی میں جامع و مدلل بحث۔ معارف قرآن کی مستند انسائیکلوپیڈیا۔ صفحات ۸۰۰ مجلد ۳۵/-

● بیان اللسان: تیس ہزار قدیم و جدید الفاظ کی عربی اردو ڈکشنری ہر لفظ کی مکمل تشریح معنی اعراب، ترتیب، انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر، آخر میں ضمیمہ الفاظ جدیدہ، آفسٹ کی اعلیٰ طباعت۔ صفحات ۹۲۲ مجلد ۵۰/-

● سیرت طیبہ: سیرۃ نبوی پر ایک جدید و مستند کتاب۔ ان شاء اللہ ہدایت، دل نشیں، اہم واقعات پر قرآن کریم کی روشنی میں بصیرت افروز تبصرے۔ مجلد ۳۰/-

● شہید کربلا: خلافت راشدہ کے عہد زریں پر جامع تبصرہ دشمنان اسلام کی سازشوں کی نقاب کشائی یزید کو اہل جمہوری کی شرعی حیثیت شہادت امام حسینؓ کے جگر پاش مناظر حدیث و تاریخ کی روشنی میں۔ مجلد ۱۵/-

● کلام عربی: آسان طریقہ پر عربی سکھانے والی بہترین کتاب ۵/-

مصول مذکورہ فرمائیں۔ عربی اور انگریزی میں بھی ملتی ہیں۔

MAKTABA ILMIYA QAZI STREET MEERUT (U.P.)

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی سٹریٹ میرٹھ